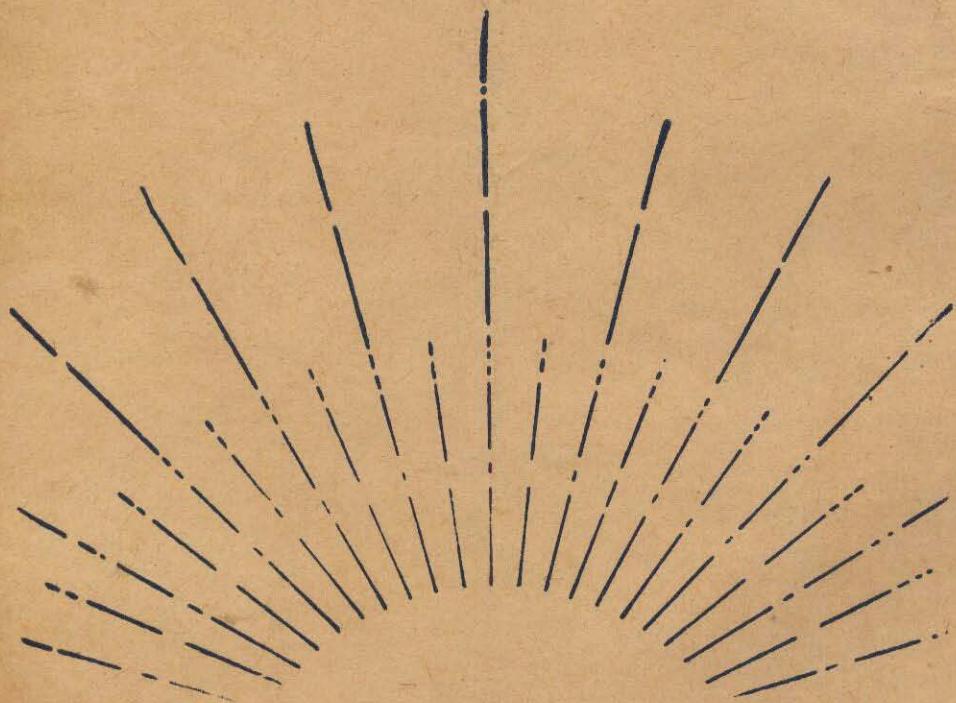


ماه‌نامه بَرْلَى دیوبند

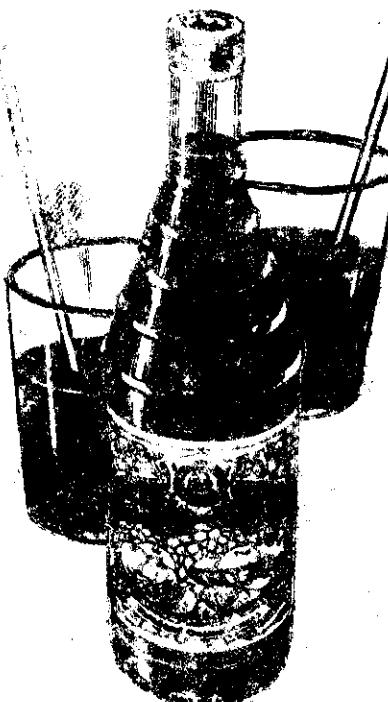


مایلو سون کے لئے بشارت مفید، مجرب، قابلِ عتماد علاج تجربہ ہماری صداقت کی گواہی دے گا

روح افرا— گریپس کا ایک تندزیغی خش،
مرے دارثا نکشد جو بڑے کے اصحاب کے لئے
مفید اور پسندیدہ ہے۔ اس میں بڑی بڑی بوولوں
ہری ترکا بیول اور بھاریں کا یک سلیکٹ اور
دش فی صدر صدرہ اور لانگاس کا رس شامل ہے۔

امکن رز
دہلی، پاکستان، پشاور

روح افرا



اگر آپ توں علاج و معالجہ کے بعد ہمت ہار کر مایلو سون بشارت کی زندگی
کذا رہے ہیں وہی تلقی خیال خاطر زندگی کے عہد جسم کی قیمت اپنی
ہر ہوئی ہیں تو منہ حذیلی و اپنی استعمال کر کے اپنی زندگی کو خوشگوار بنائے
مجنون نشاط زندگی۔ مکمل کورس دن روپے
محبوبی (ستو گلیاں) دن روپے
رفیقی (ایک شیشی ڈھانی تولہ) پانچ روپے
انسنس نسوان (مکمل کورس) دش روپے
نیز جملہ امراض کا علاج ہمارے پیاس ہوتا ہے
حکیم ابوسعید عبد اللہ اسلام نگرڈا کیانہ درجہ
صلع درجہ بندگ صوبہ بہار

نشاط افروز

تازہ چلوں کے رس، بچبوں کے
لطیف جواہر اور دوسرے صحت بخش اجزاء سے
تیار کیا گیا۔

نشاط افروز کا ایک گھونٹ پینتے ہی پیاس
نکان اور گرمی کی تپش اور لوگوں کی تکلیف میں
سکون حاصل ہوتا ہے۔

نشاط افروز فرحت اور تازگی بخشتائے ہے
دواخانہ طبیبہ کالج مسلم اونیورسٹی
علی گڑھ

نہایت تفہیں عکسی و فرمان و حکایتیں

آرد میں صرف وہ نمبر لکھا رینا کافی ہے جو ہر ایک کے ساتھ درج ہے

عده۔ مجلد ریگزین ہدیہ آٹھ روپے۔ چرمی ساٹھ گیارہ روپے
حامل ترجمہ نمبر ۵۳ • ترجمہ: شاہ عبد القادر محدث
 دہلوی۔ کاغذ آرٹ۔ زمین رنگیں۔
 سائز تخلی سے نصف۔ مجلد کرچ ہدیہ دش روپے۔ مجلد
 پلاٹک کور گیارہ روپے۔

حامل ترجمہ نمبر ۵۴ • ترجمہ: مولانا فتح محمد صہاب۔ حاشیہ
 تخلی سے نصف۔ مجلد پلاٹک کور۔ ہدیہ گیارہ روپے۔
حامل ترجمہ • ترجمہ: شیخ العہداں مولانا حمید الحسن۔
حامل ترجمہ • تفسیر: مولانا شبیر احمد عثمانی۔
 زمین خانی۔ سائز نیکٹا سے پچھڑا چھتر جلد بارہ روپے۔
 مجلد ریگزین ساٹھ تیرہ روپے (اس کا نمونہ نہیں بیج سکیں گے)
حامل بلاترجمہ نمبر ۵۵ کاغذ سیدھا مصبوط۔ سائز تخلی سے نصف
 حروف کافی روشن۔ ہر سطر کے بعد لائن
 مجلد کرچ ہدیہ پانچ روپے۔

حامل نمبر ۵۶ بالکل جیسی بس فرق یہ ہے کہ ہر سطر کے بعد
 لائن نہیں ہے۔ مجلد پلاٹک پانچ روپے۔
حامل نمبر ۵۶ بلاترجمہ اپاٹ مائز۔ کاغذ باریکا ورچننا
 جلد پلاٹک کور۔ ہدیہ جلد چار روپے۔
حامل نمبر ۵۶ بلاترجمہ بہت ہی مختصر سائز۔ حافظوں کے
 پلاٹک کور۔ ہدیہ دو روپے۔

نمونے مفت طلب فرماسکتے ہیں

فتران • ترجمہ: شیخ الہنڈی۔ تفسیر: علم شیر احمد عثمانی
 یہ مقول تین ترجمہ قرآن کجھ دنوں سے نایاب تھا
 الحکیم لشاب کچھ تھے ہمیہ ہوتے ہیں۔ فہیں ایڈیشن۔ مجلد ۲ روپے
 (اس کا نمونہ نہیں بیج سکیں گے)

قرآن دو ترجمے والا نمبر ۶۰ • (۱) مولانا شاہ رفع الدین
 (۲) مولانا اشرف علیؒ
 حاشیہ پرستن تفاسیر کا خلاصہ۔ آغازیں ابتدائی و صحابہؓ کے
 احوال مقداد سے سورتوں کے خواص، غزادت کے تدریک اور اسی
 نوع کی دیگر تفصیلیں جیزیں اور دوسریں دی گئی ہیں۔ لکھائی چھیائی
 تفہیں۔ کاغذ اعلیٰ آرٹ پیپر و بیز، زمین سبز۔ ہدیہ جلد ریگزین
 چورہ روپے۔ مجلد چرمی ساٹھ تیرہ روپے۔ یہی قرآن نسبتاً
 نہل کا غذہ پر (اس کا نمبر ۶۶ ہے) ہدیہ جلد ریگزین تیرہ روپے۔
 مجلد چرمی ساٹھ سولہ روپے۔ یہی قرآن کچھ اور نہل کا غذہ پر
 (اس کا نمبر ۶۸ ہے) زمین خانی جلد ریگزین بارہ روپے۔
 مجلد چرمی ساٹھ پندرہ روپے۔

قرآن ایک ترجمہ والا نمبر ۶۱ • ترجمہ: مولانا شرعی
 حاشیہ پر تخریب سیان القرآن
 سائز تخلی سے پچھڑا۔ کاغذ دلائی سفید۔ آغاز قرآن میں
 بیہت سی مفہومیں میٹلا سورتوں کے خواص، ان تمامی کی
 تفصیل جو قرآن میں آتے، ان مقامات کا نقشہ جنکا ذکر قرآن
 میں آیا ہے۔ مجلد ریگزین کا ہدیہ بارہ روپے۔ مجلد چرمی
 ساٹھ پندرہ روپے۔

قرآن بلاترجمہ نمبر ۶۲ کاغذ آرٹ پیپر و لایتی۔ کتابت
 طباعتے نظر۔ ہر سطر کے بعد
 لائن، حروف کشادہ۔ تخلی سائز۔ کمزوزنگاہ دالوں کیلئے بہت

فہرست مضمایں مطابق ماہ مئی ۱۹۴۳ء

۶	آغا ز سخن عمر عثمانی	
۲۱	کیا ہم مسلماء ہیں؟	شمس نوری عثمانی
۲۵	غلاف کعبہ کی زیارت میں کسی بدعت کی اجازت نہیں دی جائی	کارکنوں کا بیان
۲۷	شجاعی کی ڈاک	عمر عثمانی
۳۸	غلاف کعبہ	مولانا ابوالعلاء علی مودودی
۴۰	ہے کوئی جو عرب پڑے ہم مولانا ابوالعلاء علی مودودی	
۵۱	مسجد سے بھیخانے تک	طا بن العسرہؑ
۵۷	غلاف کعبیہ کی روپورٹ	کوثریتازی



ہر انگریزی ہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے
سالانہ قیمت سات روپے۔ فی پرچہ ۶۲ پیسے
غیر مالک سے سالانہ قیمت ۸ اشٹنگ شسل پوشل آرڈر
پوشل آرڈر پر کچھ نہ لکھتے بالکل سادہ رکھیے

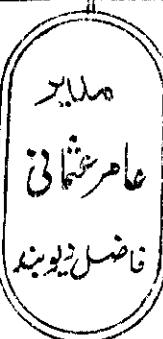
اسد ضروری

اگاس دائرے
میں سرخ نشان
ہے تو سمجھ لیجھ کر
اس پرچہ پر آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے
سالانہ قیمت بھیں یادی پی کی اجازت دیں۔ اگر اتنا دہ
خریداری جاری نہ رکھنی ہوتی بھی اطلاع دیں خاموشی
کی صورت میں اگلا پرچہ دی پی سے بھیجا جائے گا، جسے
وصول کرنا آپ کا اغراقی فرض ہو گا (وی پی سات روپے
لائٹھ پیسے کا ہو گا) منی آرڈر بھیج کر آپ دی پی خرچ سے
لیچ جائیں گے۔

پاکستانی حضرات:- ہمارے پاکستانی پتہ پرچہ بھیجکر
رسید منی آرڈر اور اپنا نام اور مکمل پتہ ہمیں بیچ دیں سال
جاری ہو جائے گا۔

پاکستانی حضرات:- نیچے لکھے ہوئے پتہ پر منی آرڈر
بھیج کر وہ رسید ہمیں بھیجیں جو منی آرڈر کرتے و قوت
ڈاک خانے ملتی ہے۔

مکتبہ عثمانیہ - مینا بازار ۸۰ - ۲۲
پیر آہنی خش کالونی - کراچی (پاکستان)



تو سیل نہ رہ او س خط و کتابت کا پتہ
دقیق تجھی - دیوبند - ضمیح سہار پور دیوبی پی

عمر عثمانی پر نظریبلشنر نیشنل بیشنگ
پریس دیوبند سے چھپا اکابر پسندی دفتر تجھی
دیوبند سے شائع کیا۔

آغاز سخن

غلافت کے عینہ کا تضییب

ہر زبان پر ہے، بدعت سے نفرت اور توحید سے عشق کا غیرہ وہ زور شوست لگایا جاتا ہے کہ جیسے غیرت حق سے بریز ہے پھٹ جائیں گے اور دل و جسم سوز و درد سے پارہ پارہ ہو جائیں گے، اسلوب جدا جد اگر اس نوحے میں سب شکر ک غلاف کعبہ کی نمائش اور زیارت کا یہ سارا ہنگامہ ہوا تا مودودی نے اپنی ذات اور جماعت اسلامی کو مقبول بنانے کے لئے بطور ایک سیاسی چال کے برا پا کیا ہے۔

خیر پاکستانی ملکہ اور صاحبی جو کچھ بھی کہیں ہمیں اس سے کیا، لیکن شیطان شیطان کب کہاٹے گا اگر وہ غلط گوئید گوئید کہ در تک نہ پھیلادے۔ خیر سے بعض ہندوستانی جریبے بھی پھیلائیں بیٹھے اور اسی موضوع پر شذرے اور مراسمل جمل کھڑے ہوتے۔ جسے دیکھئے اس کے الفاظ و انداز سے یہی سوپا ہے کہ اس سے طریقہ کہ اسلام کا در در رکھنے والا، اس سے تیرا حرامی دین، اس سے زیادہ فہم و حساس، اس سے فراہام حمیت ایمانی کا سرمایہ دار اور اس سے فروں ترہا جب انہوں تقویٰ کوئی نہیں۔

ایک بزرگ، جو دنیوں سے صداقت کے علمبردار ہر یحیت کی شدت سے دم بخود ہیں۔ اسی عالم حیرت میں وہ غلاف کعبہ کی اس وقت نمائش کو "تحریک" کا نام بھی دے رہے ہیں اور اسی سے طبع روان کی لسکیں نہیں ہوتی تو "ناپاک" کا لفظ بھائی کلم تقویٰ رہمنے الگ ہی دیا ہے۔ ساختہ صاحب اس ہنگامے پر "سیاست" کا بھی الزام ہے اور جب سیاست نامرا کا نام

اس سال غلاف کعبہ پاکستان میں تیار کیا گیا اور اسکی بڑے پیمانے پر نمائش ہوتی۔ جو لوگ صحفی مطالعے سے پیسی رکھتے ہیں وہ پڑھ ہی چکے ہوں گے کہ یہ نمائش کس قدر دھوم دھام سے ہوتی۔ غلاف کے لئے ایک مشین ٹرینیں چلائی ہیں اور عامتہ مسلمین نے بڑے شدید سے اپنے اُس شوق و ذوق کا منظاہر کیا جو اسلام کے مرکز ایمانی "بیت اللہ" کے لئے ان کے قلب درج میں گہری جھٹیں رکھتا ہے۔

لیکن الفاق سے اس غلاف کعبہ کو تیار کر ایسکی سربراہی کا شرف مشیت ایزدی نے ایک ایسی شخصیت سے منسوب کر دیا تھا جو دنیا کے ہر صلح اور داعی حق کی طرح مصلح مخالفت اور طریقہ طعن کا شانہ بنی ہوتی ہے۔ اس کا تیجہ لازماً یہ ہنزا یہی چاہیے تھا کہ چاروں طرف سے سوراٹھی "یلغار ہو، داولیا مجھے ذہنوں میں رچے ہو شو تھعصب اور دلوں میں اُترے ہوئے عناد و حسد نے کمائنیں چھپ لیں، تیر برسن لے۔ وہ شوراٹھا کہ کان پڑی آواز سنائی دینی مشکل ہو گئی۔

لینا پکڑنا مارنا دوڑنا۔ یقین کیجئے کہ یہی انداز ان اداریوں، مراسلوں اور مقابلوں کا رہا ہے جو گلزاری خود رکھاتیں کی طرح اُنگتے چلے گئے ہیں۔ کیا منکر کیں حدیث کیا حامیاں حدیث کیا قادیانی کیا بر میوی کیا دیو بندی کیا رکا یہ عصر جسے دیکھو غلاف کعبہ کی زیارت کے ملک گیر غلطی پر حزن و درد، طعن و تبر اور الزام و افتخار کا ایک خوان سمجھائے لئے چلا آ رہا ہے۔ اخلاق و للہیت کا دعویٰ

نکل آئے ہوں۔ اف ہم تو یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ یا حستہ مولانا مودودی نے دین کو سیاست کے اس کوچ میں پنچا دیا جہا قتل و رہنمی کے سوا کچھ بھی نہیں!

یہ محترم بڑے شہزادہ اور قطعیت کے ساتھ فیصلہ دیتے ہیں کہ غارف کعبہ کے اس منگامہ زیارت اور جماعت اسلامی کے ساتھ لٹھیجی میں کوئی جڑ نہیں تھا (بیان ۱۶)۔ نتیجہ کی تفصیلات پڑھ کر ان کے توہوش ہی اُڑ گئے۔ یا لله عز و جل مودودی اور علاف کعبہ کی نمائش وزیارت کا اہتمام اچیادث ہوئے، فلاٹ کعبہ کو آڑ بنا یا ہے۔ گویا مولانا مودودی کی بذیقی

آیا ترپھر اسے "مجحت" کہنا بھی ضروری ہی نہ تھا!۔ حتیٰ کاظمؑ تھیت کی بلندی سے انہوں نے طبے سوز و در کے ساتھ یہ ماتم بھی فرمایا ہی دیا ہے کہ ہائے سیاست! اس ظالم نے اخلاق کو دین سے کس طرح جدا کر دیا ہے۔

ایک اور محترم — جو خاص تقویٰ چکار قسم کے بالک ہیں اپنے شندے میں اطلاع دیتے ہیں کہ علاقہ کی نمائش کی تفصیلات پڑھ کر ان کے توہوش ہی اُڑ گئے۔ یا لله عز و جل مودودی اور علاف کعبہ کی نمائش وزیارت کا اہتمام اچیادث ان محترم کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے آدمی کے سر پر سینا۔

ہر سے صحر و رمی پا میں

۱۔ پچھلے خاص نمبر میں بائیٹنگ راول کے سہو سے تھوڑے سے پرچے ایسے سپر دڑاک ہوئے ہیں جن کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے صفحات پورے ہوئے۔ اب تک جو لوگ دفتر کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے پرچے میں فلاں فلاں صفحات کم ہیں اُنہیں فوراً وہ صفحات بھیج دیتے گئے ہیں۔ اگر اب بھی کسی کا پرچہ ناقص رہ گیا ہو تو وہ خط لکھ کر صفحات منگا سکتا ہے۔ اگر مطلوب صفحات دفتر میں نہ ہوئے تو کامل پرچہ بھیج دیا جائیگا اور یہ زحمت نہیں دی جائے گی کہ ناقص پرچہ دفتر کو واپس کرو۔ سہیں دلی رنج ہے کہ کچھ لوگوں کو اس سہو سے کوفت اٹھانی پڑے ہی۔

۲۔ جن ایجنٹوں کے پاس پچھلے کوئی سے بھی نہیں کوئی کچھ پرچے فاضل بڑے ہوئے ہوں وہ دفتر تجسسی کو واپس فرمادیں ان کے بدے اُنھیں آگے کوتازہ پرچے ملتے رہیں گے۔

۳۔ خسیدہ اصحاب رضی مراسلت میں اپنا نمبر خریداری ضمیر لکھا کریں یہ نمبر ان کے پتے کی چھٹ پر دیج ہوتا ہے اسے حافظے یا کاغذ پر نوٹ کر لیں اور خط میں حوالہ دیا کریں۔ اس کے بغیر تعامل میں تاخیر اور دشواری پیش آسکتی ہے۔ فقط و السلام۔

میجر تجسسی

(۱) راجہ سراج ہر ایک کے لئے نئے میسے کاٹکٹ پتہ ذیل پر بھیج کر مفت حاصل کیجئے۔

(۲) نصیحتہ مسلمین ابوالتحابہ معرفت داکٹر محمد اسحاق حساب پوسٹ وجہیانی ضلع بدایوں

ضھوڑے کی طرح ہنکا آتھا۔ مغرب بے دین اور سیاست کو دلایے متواری خطوط کی حیثیت دی جھیں ہمیشہ الگ ہی الگ چلتا چاہتے اور خود ساختہ تھوڑے کے رہبائی تصورات سے مغرب بے اس فنکارانہ پر و پینگٹے کے کوئی خوب خوب سہارا دیا۔ شرہ یہ نکال کر مسلمانوں نے دین و سیاست کی جداتی کو ایک امر مسلم کے طور پر قبول کر لیا اور شدہ شدہ نوبت یہاں تک پہنچ کر اس پر کوئی علی طور پر دین و سیاست کی جداتی کے اس باطل تصور کو غلط کہنے پر مجور ہیں وہ بھی تخت الشعوری طور پر اسی کی زلف دوست کے اسی ہیں۔ دیکھ لیجئے مولانا عبد الماجد دریا بادی جیسے روشن فنکر غیر قیاموسی اور علماء قسم کے بزرگ بھی اپنی تحریروں میں آپ کو "سیاست" پر اسی طرح نفسیں کرتے نظر آئیں گے جیسے یہ لفظاً پری، اصل اور وضع ہی کا اقتدار سے بخی العین ہو۔ متراب و خنزیر کی طرح تاپاک ہو۔ یعنی مغرب بھی چاہتا تھا۔ اس کی خواہش پوری ہوتی اور اسلام کے پیروں نے اپنے اقتدار و مشوکت کی نہیں اس طرح نکل گئی کہ اب تیر سے جہاں جہاں مسلمان حکمران ہیں وہاں بھی حکومت عملًا کھفر و زندقہ ہی کی ہے۔ دارالکفرین نہیں خود اسلام پر میں اسلام کا ایک ایک جوڑ توڑ دیا گیا ہے۔ اس بجا راستے کے لئے کہیں امان نہیں۔ یہ نتیجہ ہے دین اور سیاست کے مابین دیوار کھڑی کرنے کا۔ دیوار چاہے ہے صوف کی ہبیا معنبری انکار کی۔ اس دیوار کو گوئی چاہے روحانیت کامقدس نام دے لے یا زبرد اتفاقاً پاکیزہ لقب۔ نتیجہ میں کوئی فسرق واقع نہ ہو گا۔ گویا ہمارے نزدیک یہ طعنہ ہی فسادِ ذہن کی علامت ہے کہ فلاں شخص یا گروہ نے فلاں دینی کام مقولیت اور سیاسی منفعت میں کرنے کے لئے کیا۔ اسے بزرگ اگر کیا بھی تو کیا لگنا ہ کیا۔ ثابت اگر یہ ہو جاتے کہ ساری تگ و دو ذاتی مقاصد اور دنیادی مقادرات میں کرنے کے لئے کی جا رہی ہے تب تو یہ شک مطمئن جایا لیکن الگ پچھلے لوگ دین ہی کے علیہ واقعہ اور کی خاطر اپنے کو مقبول بنانا چاہتے ہیں اور اتحادی سیاست کے سوا حاضر الوقت دنیا میں کوئی پرگامن اور آئینی راستہ مندرجہ اقتدار تک پہنچنے کا نہیں رہ گیا ہے تو

مقادیر سی، بے اصولی اور دنیا طلبی کے جس حرم ویقین پر پاکستانی علماء و صلح اونچ کنان ہیں ہماں بعض دلیلیں اعیان حق بھی اسیں پر اپر کے شریک ہو گئے ہیں۔ اندرا حسیں میتوں یہی ہے کہ دامن خوارزوں تو فرشتے و خدو کریں۔ پھر ہبھام جیسے کوتاہ میں کم سواد اور طلق مکتب کی کیا جاگاں کو دین کے راستہ مدد و مدد اور حق کے انتیج بکف مجاہد و نکر اسے کھلاف دم مارسکے۔ مثنا یہ تھا کہ نیتوں کا جانے والا اللہ ہے مگر دیکھ یہ نہ ہے ہیں کہ اللہ سے پہلے ہمارے بعض اوقات اقطاب نیتوں کو تاڑیتے ہیں مثنا یہ تھا کہ دشمن کی خالفت خود دشمن کی حسایت بن جاتی ہے۔ مگر دیکھ یہ رہے ہیں کہ سچھ عکسِ باطل کے مقابل جو گروہ سینہ تانے کھڑا ہوا ہے وہی ہمارے باطل دشمن علماء و اتفاقاً کی نظریں بستے زیادہ خارج کر ھٹک رہا ہے حالانکہ ان علماء و اتفاقاً کی خلصانہ آرزو یہ ہے کہ باطل ماتھا جاتے اور حق کا لول بالا ہو۔ وادا رے شیطان تیری چالیں ہم مولانا مودودی کے کسی خالفت کو بد دیانت نہیں کہتے۔ نہ ہمارا یہ جیا ہے کہ موصوف کے خلاف جز بان سکھ لی دہ لازماً تصویر ہی کی مزکب ہوگی۔ موصوف انسان ہر چیز و نیسان کا مرکب۔ شیطان کا داؤ ان پر بھی جل سکتا ہے اور فکر یا عمل کی غلطی ان سے بھی صادر ہو سکتی ہے تیکن جوڑ زاست لال اور اسلوب تنقید ان کی نیت کو شتم کرنے اور ان کے جذبے کو فاسد قرار دینے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ اور تو کوئی کس شماریں ہے اب نیا علمہ اسلام تک اس کی زد سے بچ کر نہیں جاسکتے۔

اول تہم کہتے ہیں کہ دین کی راہ سے عوامی مقولیت اور جمہوری اعتمادِ ملک کرنے کو جم و گناہ سے اور دنیا ہی درصل وہ فاسد طرزِ مذکور ہے جو مغرب کے بازی گروں نے ہماں نے ذہنوں میں ٹھونسائے ہے مغرب کی کوشش اس کے سوا اکابر ہی ہے کہ جو مملکتِ مسلمہ اس کی سر بی بڑی حریقت ہے اس کی قوت و شوکت کے اہل سرچشمے کو خٹک کر دے۔ ہماری قوت کا سرچشمہ وہی دین تو تھا جو سیاست کو شجرِ میونعد قرار دینے کے عوام اپنی کوئٹھی قدر دیتا ہوا اور سیاست و روحانیت کے درمیان دیوار کھڑا کرنے کے بجائے سیاست کی ناک میں کمیں ٹوال کر

سوئے نہ کے کوئی دلیل اس کے حق میں نہیں کہ غلاف کعبہ کی نماش مولانا مودودی نے سیاسی اتفاق کے جذبے سے کی ہے تھیں اور بدیگانیوں کے تیر حلاستے جا تو کون تھا ری پرواز خیال کے پرکتر سکتا ہے لیکن الزامات خیال آرائیوں سے ثابت نہیں ہوا اگر تھے تاہم چند لمحے کے لئے مانے لیتے ہیں کہ نماش وزیارت کا ہنگامہ سیاسی اتفاق ہی کے مقصد سے تھا لیکن ثابت تو کرو کہ دین خانقاہی کے سوا کوئی دین نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ ایک شخص یا کروہ الگ اقامۃ دین کی خریک کو مقبول بنانے اپر عامت اسلامیہ کی توجیہات میں کرنے کے لئے کوئی جائز قسم کا ہنگامہ برپا کرنے کا موقع پا تھے تو اس سے فائدہ نہ مٹھاتے۔ ٹھیک ہے کہ مولانا مودودی نے فقط اور فقط عمومی التفات حاصل کرنے کے لئے اس ہنگامے کے تابے بننے پھیلاتے مکر عوام کو غلاف کعبہ کی زیارت کرنا نہ گناہ ہے نہ بدعت پھر کیوں اس کے ذریعے سیاسی منفعت حاصل نہ کی جائے۔ شیطانی سیاست کے علم برد اور ہزار چالیں حلے رہیں تو کچھ نہیں لیکن دینی سیاست کے داعی الگریا یا امری مباح کو خیال کے طور پر استعمال کر لیں تو ادھر سے ادھر تک زید و تقویٰ کے کان ٹھٹھے ہوتے چلے جائیں اور بھروسے منور پیشانیوں میں شکنیں پڑ جائیں یہ کہاں کا دین ہے کس قرآن اور حدیث سے مستبطن ہے۔

لکھنی پبلیک اور چلوں کی تربویج کرنے والوں کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہتے ہیں۔ جدید تھیاروں سے مسلح عسکر باطل سے لڑنا اتنا انسان نہیں ہے جتنا وہ نظریات کی مندرجہ احت پر بیٹھ کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اعتراض اعتراف۔

— کوئی بڑھ کر یہ تو بتا انہیں کہ دیکھو راہ ہی میں یون چان دیتے ہیں، یوں طبق و سلسل کو گلے لگاتے ہیں یوں شلیل باطل کے قہرے پیٹتے ہیں۔ ساپنوں کی مخالفت سے۔ اس حاذکر یہ تھی تھی تھی کہ فکر ہے جو ذریات شیطانی کے مقابل سے بڑا منظم ہوا ہے۔ آنکھوں میں آنسو بھر لانا اور زیدہ تقویٰ سے لبریز و عظیم کریباہت آسان ہے لیکن ایک دیوبنک عفریت کو میراں عمل میں لکھا رتا اور

بھا عیب و گناہ ہے اس میں کہ کوئی جسائز کا مجموعہ کی جا رہی اور تعاون حاصل کرنے میں کے مقصد سے انجام دے لیا جاتے۔ کہا تھیں کہ ایک جزویہ نہیں کیا دین کو غالبت مقتدر کرنے کے لئے خود خاتم الانبیاء رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر مال غیمت کی تقسیم تالیف قلب کی بنیاد پر نہیں کی تھی بلکہ ایک موقع پر حضور نے کسی ایسے شخص کو پختی قتل تھا یہ کہہ کر زندہ نہیں چھوڑ دیا تھا لیکن ایک ہمیں لے کے محمد اپنے ساخیوں کو قتل کرتے ہیں ہے یا حضور نے بے شمار ایسے طالبوں کو جھیس فنا کے گھاٹ اٹار دینا اسی طرح بھی عدل کے خلاف نہ ہوتا صرف اس نے معاف نہیں کر دیا تھا کہ اس طرح اسلام کے حق میں حسن نہیں اور مسلمانوں کے بارے میں خوشگانی فتویٰ پڑتے گی!

جو لوگ سر سے پیر تک خلوص و تہییت کی تصویر بن کر درد بھرے لہجے میں فسریاد کرتے ہیں کہ فلاں شخص دین کو سیاست کے لئے استعمال کر رہا ہے اور فلاں جماعت خود کو مقبول بنانے کے لئے فلاں شغل اختیار کئے ہوتے ہیں کیا وہ بتائیں گے کہ ان کے ملکہ تو انداز فکر سے معاذ اللہ خود اسوہ رسول کیسے چکر جاتا ہے؟ اپنے خود ساختہ معماز تلقید کو پیغام پر بھی استعمال کر دیا اور اس ذہنی رہنمایت کا ططم ہرگز نہیں لٹوٹنے دھس نے فخرہ بکیر داںے درن کو مزاروں، قبور اور درگاہوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ جس نے شیطان کی ذریت کو کھلی پھٹی دی ہے کہ تھمارے اردو گرد کفر و زندگہ اور عیاشی و نخاشی کی ساری علاطتوں کو اس طرح فضایاں رچا بسادے کہ سالنس کے ساتھ وہ تھمارے رگ و پپے میں سماں رہیں اور تم اپنے ہی امراض شنیعے کے چکر میں اس درجہ سرگردان رہیو کہ اقتداء باطل کے لئے کسی پیشیج کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکے خدا جانے جماعت اسلامی کے لطیرجھ میں یہ بات کس مقام پر آتی ہے کہ غلاف بعد تیار کرنے کی سعادت اگر کسی شخص کے حصے میں آجائے تو وہ اس سعادت کو عامتہ اسلامیہ کی توجہ اور عقیدت حاصل کرنے کے لئے کام میں نہ لے سکے۔ الگچہ اصلاحیہ الزام بالکل غلاف واقعہ ہے اور سو اسے

دیتا ہے کہ توان پہاڑ کے پھروں پر کلمہ طبیہ کندہ نظر آیا ہے۔ ہم سوچا س اس آدمی اسے دیکھنے پڑے شوق سے دوڑتے چلے جاتے ہیں تو حالانکہ اس شوق کی تہی میں مذہبی جذبہ اُخزو رہ جو دیکھنے لیکن کیا اس سفر کو بدعت کہیں گے؟ ہرگز نہیں بدعت مصطلحہ کا اس سے کیا تعلق ہے۔ غلافِ کعبہ کی زیارت بھی اصلًا اسی کے مثل ہے بس فرق اتنا ہے کہ مذکورہ قسم کی روایتیں تو عموماً غلط نکلتی ہیں اس لئے اپنے اعتقاد کر کے دوڑ لگانے والوں کو سادہ لوح کہدا یا جاتا ہے لیکن غلافِ کعبہ روایتیں واقعہ ہے۔ تو ہم نہیں ٹھوس سے ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے سفر کرنا اور رسالتِ حجرا جی کے تخت اسے مشرف کہنا، اسے تقدیس کیا لگائیں سے دیکھنا، اسے موقع میسر آئنے پر آنکھوں سے لگالینا ہرگز بدعت نہیں۔

رہا ان ذیلی مقاصد پر مشورہ جانا جو اس ہنگامے سے منسوب کئے جا رہے ہیں تو اول توان کی حیثیت افواہ کی ہے کم سے کم مبالغہ تو ضرور ہی کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اسی شمارے میں ہم ذہیان نقل کر رہے ہیں جن سے اندازہ ہو جاتے گا کہ خلافت کرنے والوں نے کیسا بات کا بنیگڑھ بنا�ا ہے۔ دوسرے ساری ہی اواہیوں اور خبروں کو درست ہی مان لیا جاتے تو ان کی جمیونی حیثیت اور مقدار اس نزیادہ نہیں ہے جیسے لمبے چوڑے وض میں چند گبوتوں کی ہیئت۔ پھر ان کا بھی النماں اس فرد واحد کے سر نہیں جاتا جس کی خلافت سرافراز بزرگوں کا جھوٹ بٹھ خلد ہے، بلکہ اُس پریکمی کے سر جاتا ہے جس میں دیوبندی، بریلوی، شیعہ بھی مکاتب عکر کے علاوہ لاہور کار پریشن اور بنیادی جمپوریوں وغیرہ کے نمائندے بھی مسادی حیثیت سے شامل تھے اور جس کی روپورٹ اسی شمارے میں اپ پڑھ سکتے ہیں۔

اور سنیہ "صدق جدید" میں "خلافِ کعبہ کی مشرعی حیثیت" کے عنوان سے تین پاکستانی علماء کا مشترکہ بیان چھپا ہے جس کی نزاکت مابیوں کا حال دیدنی ہے۔ فرمایا گیا۔

بیشتر فریدیکھڑیں تو ہنے میں عمریں کھیادیا ہوتے مشکل۔ بہر کیفیت اصولی بات تو ہم عرضی کریں گے۔ اب ہاغلہ تکبیہ کی نماش کے ہنگامے کا بدعوت ہونا تو اگرچہ اہمیت دوستیوں کے تقریباً سمجھی مضمایں اس موضوع پر ہم نے پڑھ لئے ہیں اور کم و نیش چودہ سال سے ہم خود بھی بدعت ہی کے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں لیکن سچی بات ہے اپنی سمجھی میں تو نہیں آیا کہ یہ مبارک ہنگامہ بدعوت کیسے ہو گیا۔ بدعوت کہتے ہیں کسی ایسے حدیث کو جو ہمبوں ثواب کی نیت سے کیا جائے حالانکہ اس کا موجب ثواب ہونا دین کے معتبر آخذ سے نایاب نہ ہو۔ علاوہ ازیں دوام اور التزم بھی بدعوت کی صورت گئی میں تکمیلی عنصر کا درجہ رکھتا ہے ہم نہیں جانتے کہ مرغ فرع انعام لوگوں کے علاوہ کن لوگوں نے حصولِ ثواب کی نیت سے غلافِ کعبہ کی زیارت کی ہو گی اور دوام اور التزم کا تو کوئی سوال ہی نہیں کہ غلافِ کعبہ ہر سال پاکستان میں نہیں بتتا ہے۔

آخر کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم لوگ تر فطر پا تھے کے دادا و شش کی طلاق گئی پر بھی دوڑے چلے جاتے ہیں اور گھنٹے بھیڑ جمی رہتی ہے۔ ہر سی چیز کی طرف پکوں جیسے رفع استحقاج کے ساتھ چھپت کے پہنچا ہمار اطراف امیا زہے۔ تو غلافِ کعبہ کے دیوار کی ناطکیوں نہ دوڑے جاتے جب کہ وہ "ہر روز عین نیمت" کے مصادق تھا بھی دیکھنے ہی کے قابل۔ بنیاد دنوں کی رفع استحقاج کے شوق پر ہے ہاں فرق اتنا ہے کہ بندر کا تما شاد نیکھنے یا تاج محل کا دیدار کرنے کی تہی میں مذہبی تصویرات نہیں ہوتے اس کے برخلاف غلط کعبہ کے دیوار کی تہی میں مذہبی تصویرات کی کا فرسرمانی یقیناً تھی اس کے پچھے دیوبندی روح پھر طکڑا رہی تھی جسے فنا کے گھاٹ اُتار دینے کی کوشش شیطان مسلسل کر رہا ہے مگر وہ فنا ہرستے ہیں نہیں آتی۔

اب الگہ ہمارے اہل حدیث دوست کہتے ہیں کہ مذہبی تصویرات ہی کے تعلق سے تو ہم نے بدعوت کا حکم لکھا ہے تو ہم جو اب دیں گے کہ تفقہ سے کام لیجے۔ ایک شخص اطلاع

حالانکہ جس ثبوت سے تم علاfat کو ہر کام سے بیرون آنلوے چن جبزی اور معمولی حادث پر فسرا دکنان ہو اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی فضائیں تو تم زندہ بھی ہمیں رہ سکتے جیسا تسلی عورتوں کا گوشہ باقاعدہ تاثنوں کی نگرانی میں بکتا ہو اور ایک یہودی پارسی عیسائی بھی چند تک دیکھ تھا اگر مزدور "بیت اللہ" کی عصمت و حرمت پر شہروں نیت سے بھروسے پور قہقہ کا ساختا ہو۔ وہ غیرت مندو۔ خوب سے تھاری دینی چیز اور خوب سے تشبیہ کہ مسلمان عورتوں کی عورت دا ابر و بیت اللہ کی عورت دا ابر سے کم نہیں۔ ہم تو ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ کچھ مسلمان کے لئے کافی فرورت کی عصمت و اابر و بھی اتنی بھی محشر شے ہے کہ اس کو بدکاروں کے ہجر سے بجائے کے لئے وہ جان بھی دیکھ سے تو شہید کہلاتے ہا۔ لیکن تم ہوا یک خاص شخص اور جماعت کو ملزم تھیرتے کئے چھوٹی مونی سے بڑھ کر یا غیر اور ترقی ہونے کا مقاٹا ہرہ کر رہے ہو عصمت کی قدر و قیمت سے یکسر غافل ہو گئے ہو مرد کیسے تھیں اپنے بستروں پر نیندا آگئی جس سے کہ تھاری حملت خدا وادیں طوائفوں کے باہم بالطری بازار موجو ہیں اور ایک ایک بالا خلنے پر تھا اسے مزدور "بیت اللہ" کا تیام ہو رہا ہے۔

یہ تو ایک رُخ ہوا۔ دوسرا رُخ یہ ہے کہ اگر جج کی بھیڑ بھاڑ میں کچھ بھیں کٹ جائیں، کوئی پیروں سے چلا جائے، کسی کام و اسباب چوری ہو جائے تو کیا ان حادث کا الزام خود جو کو درد گے؟

اگر نہیں تو پھر ان معدودے چند نامنا سب و خلاف شرع حرکات و حادث کا سار الازام جس زیارت پر کیوں ڈالے دے رہے ہو۔ جو لوگ مزاروں پر جھکتے ہیں، پیروں نقروں کے ہاتھ پیر جو متے ہیں، زائر اؤں سے آنکھیں لڑاتے ہیں وہ اگر علاfat کے ہنگامہ نماش میں شرکیں ہوں گے تو ان سے اپنی عادات کے مطابق بعض حرکتوں کا صدور قدرتی ہو گا۔ مجھے بزرگوں کو یہ علم ہلکان کئے دے رہا ہے کہ بعض عوام کا انعام نے علاfat والی ریل کو ریل شریف اور علاfat کو

"اس مسلمے میں مختلف مقامات پر خاص طور پر جو مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کی گئی ہے: ہماری بھگا میں انتہائی بھرمنا کیسے۔ ایک مسلمان عورت کی عورت آبر و بیت اللہ کے کھم نہیں۔"

اللہ اکابر۔ بظاہر و بمنظراً تابعے کے الفاظ ادا کرنے والے دینی چیز وغیرت سے چوٹی سے ایڑی تک لبرتی ہیں۔ لیکن تجویہ کر کے دیکھتے تو ماں کے بلبلوں کی طرح ایک ایک تخلیل ہوتا چلا جاتے گا۔

پہلی بے اختیاطی تو اس بیان میں یہ ہے کہ ایک قاری اس سے یہ بھی مطلب نکال سکتا ہے کہ شاید علاfat کعبے ہنگامے میں کچھ مسلمان عورتوں کی عصمت بھی مسلماؤں ہی نے دن دہارے دوٹ لی ہے۔ العیاذ بالله۔ واقعات کا من سے کوئی تعلق نہیں۔ ہوا صرف اس قدر ہے جس سے کوئی گناہ یادہ ملکت خود ادا کے شہروں میں کوچتہ و بازار تک میں ہر روز دیکھا جاسکتا ہے۔ کچھ عورتوں کے بر قسم افراد فری میں ادھر ادھر ہو گئے یا حدیت حدیت بدکارنے جان بوجھ کو لنسی ای اجسام کو چھوپا لیا گئی اور نامزدین حركت ہوئی تو غیرت مند علماء سے کوئی پوچھے کا اگر فقط اپنی مساحت سے اپ کو بیت اللہ کی عورت دا ابر و برو شدود میسے یاد کی ہے تو یہ کیا بات ہے کہ لا اسند یا نہ طوالہ فیں کے اُس بازار میں آپ کی ایک بھی لاش نظر نہیں آئی جہاں فاطمہ اور حرم اور خدیجہ نام رکھنے والی حزاڑا بیان دن یا روشنی یعنی عصمتیں دشواری ہیں۔ لاشن تو درکار ہم نے نہیں نکالے مسلمان عورت کی عورت دا ابر و برو کو بیت اللہ کی عورت دا ابر و برو سے تشبیہ دینے والا کوئی پاکستانی عالم اس مسلمے میں جیل ہی کامنہ دیکھا ہے حالانکہ ان کے مزدور بیت اللہ دن رات میں چوڑ میں علا نیہرے عورت ہو رہے ہیں۔ حلن سے ہر گیت گا دینا آسان ہے مگر قلب درج کی گہرا بیوں سے کوئی نفع نکالو تو جانے۔ یہ کلب یہ تھیڑ پیٹھیا اور لقاافت و پھر کو فرغ دینی والی تہذیب تھاری تاک کے نیچے دھرتے سے عورت کو نگاہ چار ہی ہے۔ بے عورت کیا ہو؟ اکی بیٹی ہیں ہی کیا مسلمان نہیں؟ پھر کیوں ایسا ہیں ہوا ک تم نے "بیت اللہ" کی حرمت و عورت پر جان کی بازی الگادی ہے

نہ ہو تو پھر اسے منطق کی ترازوں میں تو نابے داشی ہو گا۔ ہم نے تو پھر ہلوں سے یہی سنائے کہ جھونوں کو ملی کا لکھ بھی عزیز ہے۔ جذبے، عقلی استدلال کی پیدا اور نہیں ہوا کرتے محبوب کی ذات سے کسی شے کی فقط نسبت ہی بڑی کارگر شے ہے۔ غلاف کعبہ پر ریب طور پر کبھی ہی کے لئے تیار کیا گیا۔ اسے ہر حال میں کعبہ ہی سے ہم آخوش ہوتا ہے الایہ کہ اچانک قیامت ہی آجاتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نذرین اور قسمیں صرف الفاظ ہی تو ہوتے ہیں مگر ان کا وجہ ہو جاتا ہے۔ ایجاد و قبول فقط الفاظ ہی تو ہیں جو ایک مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لئے مباح کر دیتے ہیں۔ پھر یہ کیوں ضروری ہے کہ غلاف قصعی طور پر کعبہ ہی کے لئے بنائے اس کے ساتھ مسلمان کا جذبہ مجتہ اس وقت تک دامتہ نہ ہو جیتا کہ وہ حرمتک نہ سمجھ جائے۔ بر اثار یہ ہو گا وہ دور جب مسلمان کی دینی یہ حقی اس انتہائی سمجھ جائے گی کہ اسکے سامنے ایک ایسا کپڑا آتے ہے جسے اللہ کے گھر کی زینت بننا ہوا در پھر بھی اس کے قلب و ذہن کے کسی گوشے میں عقیدت کی رقت، سوز و گداز اور احساں تقدیں انگڑائی نہ لے۔

مولانا مودودی نے غلاف کعبہ کی تاریخی و شرعی حیثیت پر ایک مقالہ پیر قلم کیا تھا جسے ہم اسی شمارے میں نقل کر رہے ہیں۔ اس پر ہفت روزہ "المنبر" نے کچھ لکھا ہے۔ جو کہ ابھی ایک ہی قسط آتی ہے لیکن یہی قسط یہ درس دینے کے لئے کافی ہے کہ ادی پنج درجے کے نکوار اور اخلاص کیش علماء بھی ذہنی جانبداری اور عصیت کی رویں بہرہ کر کس طرح ثروت نکالا ہی اور بصیرت و تفہم کا خون بہانے لکھتے ہیں۔ اعتراض کیا گیا کہ اگر وہ غلاف کعبہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہے جو بھی تکمیل کی زینت نہیں بناتا وہ غلاف تو لازماً اجلال و احترام کا سمجھا گی۔ اسی عقیدت بن جھکاتے ہیں پھر کیوں نہیں ملا جاتے کعبہ کے ان ٹکڑوں کے لئے بھی نمائش و زیارت کا ہنگامہ ہر پاکیا جاتا جو بیت اللہ پر چڑھتے ہیں ہو ملا جوں کے پہلے سے پاکستان میں موجود ہیں۔

غلاف شریعت کہہ کر بدعت کے جھنڈے ٹکڑا دیتے حالانکہ ہی نہ گواہا بار بار اپنے ملنے جلے والوں سے یہ کہتے سنائی دیں گے کہ کہیے قبل مراج شریعت کیسا ہے؟

کچھ موحدین اس بات پر چراخ پاہیں کہ لوگوں نے غلاف کعبہ کے ٹکڑوں کو چوہا۔ آنکھوں سے لکھا۔ گزارش یہ ہے کہ آپ کیا جگہ اسود کو نہیں چوستے۔ آپ کیا پھر کو پوسہ نہیں دیتے۔ بو سہ جذبات عبودیت کی نہیں محبت اور دلی لکھا دی کی نہ ہو دی۔ قبروں کو انسانی قدموں کو بوسر دینا تو اس لئے ناجا تر ہے کہ اس سے رکوع و سجود کی سکل و یکفیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس میں بھی استثناء ہے۔ ایک بیٹا اس میباپ کے پیر بدبار ہے یا کیا ایک اس پر محبت اور والدین کی احسان شناسی کا جذبہ طاری ہوتا ہے اور وہ فرط تعلق میں سیافتہ ان کے پیر چوم لیتا ہے۔ ان پر رخصار ملنے لگتا ہے۔ اسے بدعت و معصیت کوں نادان کہے گا۔ ثابت ہو اکہ پوسہ بجاۓ خود مجموع نہیں ہے یہ محل اور سیاق و سباق کے فرق سے جائز اور حرام ہوتا ہے تو بتاؤ اس کپڑے کو جو منا آنکھوں سے لے لگا، دل میں پسانا کیوں بدعت ہوا، جسے کسی پیر فقیر ولی پیغمبر سے نہیں اللہ کے گھر سے نسبت ہے۔ وہ اللہ کا گھر جہاں پیشانیاں رکھنا، طواف کرنا اور سر اپا سجدہ بن جانا سعادت کی بیڑی ہے۔

یہ بھی نسرا یا گیا کہ جو کپڑا ابھی سمجھے تک پہنچا ہی نہیں وہ غلاف کعبہ کہلانے کا ستحق نہیں ہے اور اس کی تعظیم و تکریم فساد کے ہم معنی ہے۔ خوب شیر شان اجتہاد۔ اللہ کے مددوں میں سوں وقت مفید ہوتی جب زیارت کرنے والوں کا یہ خیال ہوتا کہ اس کپڑے کے دیدار یا المس سے ہمیں کچھ وحیانی یا جسمانی فوائد حاصل ہوں گے۔ اس وقت یہ شک یہ بات معقول تھی کہ جب بیت اللہ سے یہ غلاف میں ہی نہیں ہوا تو اس میں خیر و برکت کے باطنی اثرات کیسے آسکتے ہیں مگر زیارت کرنے والوں نے ایسے کسی عقیدہ و امیں کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کی روشن فقط اس محبت کی نہ ہو تھی جو انھیں بیت اللہ سے ہے۔ محبت کے اظہار کا طریقہ اگر شریعت سے متصادم

حرکت اور تنگاپور کے پیچے کم زیش و بھی ذہن کا راستہ رکھا
جو لوگوں کو تاج محل اور قصرِ الامرا اور شاہ جہانی مسجد وغیرہ
کی طرف دوڑا کرے جاتا ہے۔ تو یادیں یادیں کسے کسی
قانون میں یہ بھی کوئی جرم ہے کہ جس قابل دیدشتہ کے دیدار
میں لوگوں کے لئے تجھی کا سامان موجود ہوا اور جمہور اس تے
دیدار کا شوق فراہوں لئے پھرتے ہوں اس کا بڑے
پھانے پر دیدار کرنے کے انتظام میں ایک شخص شرکت کرے
مولانا مودودی کی حیثیت اس انتظام میں شرک ہی کی
ہے داحذہ مددار کی نہیں، تاہم واحد مددار ہی قرار دے
لیجئے تو کیا لگنا ہے اس میں کہ انھوں نے مسلمان بھائیوں کے
ایک جائز شوق کو پورا کر دیا۔

اب رہا دیدار کے وقت مسلمانوں کی طرف سے جذبہ
تعظیم و تکریم کا مظاہرہ، تو یہ بھی اعتراض والی بات نہیں
سوچیجے ایک مسلمان تاج محل یا قطب کی لائٹ دیکھنے جاتے کا
تو اس کے ذہن میں روان کے تانے باñے چھیلیں گے، اُرث
الگڑ ایساں سے گا، تاریخ حملکیاں دھکائے گی اور الگوئی
محاذ قسم کی تاریخی مسجد دیکھنے جلت کا لود مرے سام
تصویرات کے ساتھ اس کے ذہن میں مذہبی حیات بھی
ضرور سر اجھاریں گی۔ پھر جب وہ اس میں قدم رکھے گا
تو شعوری اور تخت الشعوری دونوں اعتبار سے اس کے
احترام و تکریم کا دادا عیہ بھی اس کے اندر ضرور ہو گا جو
تاج محل کے فرش پر چلتے یا قطب مینار کی سپڑیاں چڑھتے
ہوئے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے۔

اب کیا آپ یہیں گے کہ چونکہ مساجد شعائر اللہ میں
سے ہیں اور شعائری حیثیت سے ہر قی اور پر ای، بڑی اور
چھوٹی مسجدیکیاں ہے لہذا ایک مقام ساوتھ کی تاریخی
مسجد کو خاص طور پر دیکھنے جانا اور لگری (تجھی سے دیر تک
دیکھنا بارہت ہے، یہ تخصیص کیسے جائز ہے) کیا ہے جسکا اس
شخص کے اپنے شہر میں منتدا مسجدیں ہیں اور ان کے شوق
دید میں اس نے بھی اس سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا؟
اگر کہیں گے تو خطاط معاف بڑی شاندار حماقت کا

یہ اعتراض کرنے والے نیک دل بزرگ ذرا زادہ بیکر
سوچیں تو اسی اعتراض میں اس سارے احتجاج کا بھرپور
جواب موجود ہے کا جو غلاف کی نمائش وزیر احتیت کے منگاتے
کو بیدعت قرار دینے کی خلک میں فقیہان حجتہ گامنے بریاکیا
کیا ہے اعتراض پر ملا اس اعتراف کے مرادف نہیں ہے کہ
مولانا مودودی کے ارزدیک غلاف کعبہ بجا تے خود ایسی
چیز نہیں جس کے لئے نمائش وزیر احتیت کے طبقے طرطے
جشن اور بہرگاٹے پریاکتے جاتیں اسی لئے انھوں نے پاکستان
میں موجود غلاف کعبہ کے بلکہ دونوں کی نمائش کا رادہ بھی نہیں
کیا۔

پھر جو یہ پاکستان میں تیار شدہ غلاف کیسا تھے
خصوصی معاملہ کیا گیا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کا منطق
ربط اور اساسی تعلق دسری خصوصیات سے ہے۔ یہ
خصوصیات ہر آنکھ دائل پر ظاہر ہیں۔ اول یہ کہ
حرمین کے ارباب حکومت کی طرف سے کسی بھی ملک کو
غلاف کعبہ تیار کرنے کا اذن ملنا ایک ایسی امتیازی
شے ہے جس پر اس ملک کے مسلمان بجا طور پر خرد صبرت
کا احساس کر سکتے ہیں۔ دوسرم یہ کہ یہ غلاف اپنی مخت
کے اعتبار سے بھی غیر معمولی ہے۔ بازار سے عام قسم کے
کپڑے خرید کر انھیں یہی جوڑ نہیں دیا گیا ہے بلکہ اسکا
دھاگہ تک خاص طور پر باہر سے درآمد کیا گیا پھر یا رچ
بانی کی ایک خاص نکنک کے ذریعے اس کو ہنایت ہنری
سے بننا گیا۔ سو تھم یہ کہ اس جیسے طول و عرض کا گھوٹی لباس
بھی عامتہ مسلمین کی نظر سے نہیں گذرادہ اس لباس کعبہ کو
دیکھنے کے لئے شوق سے محروم ہو جائیں تو یہ بالکل قدیمتی
بات ہے۔

ان خصوصیات کی موجودگی میں یہ سمجھنا آخر کی مشکل
ہے کہ جشن دیدار کا بنیادی تعلق اس کی طبقے کے شعائر ہونے
سے نہیں بلکہ خارجی اوصاف اور محسوس خصوصیات سے
ہے۔ اس کے دیدار کو لوگ اس جذبے سے نہیں دور ہے
جس جذبے سے قبروں پر دوڑے جاتے ہیں بلکہ انکی نقل و

طرح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تو ایک نئی، غیر معمولی پرکشش چیز رکھنے لگتے تھے۔ ٹھیک اس طرح کی تھی جیسے حکومت انہوں نی تھیں ایجاد کرے اور اعلان کر دے کہ اس کی عام نمائش کی جا رہی ہے تو اس ملک کے بہت باشندے شووق فراہم اور احساں خروج مدت لئے اسے دیکھنے دوڑے جاتیں گے۔ لہذا غلاف صورت کے لئے اجتماع و اردو ہم اس لئے نہیں تھا کہ شعائر اللہ میں تیار شدہ غلاف کے لئے یہ خصوصیت کیوں ہے؟

دنیا میں لاکھوں مسجدیں ہیں اور کیا شکریہ کی شعائر اللہ ہونے کی حیثیت سے سب بیکاں ہیں۔ تعظیم و حرمت کے شرعی و اعد کسی ایک کے لئے بھی صد اکاں نہ نہیں ہیں لیکن انسان کا جذبہ شووق اسے صرف ان مساجد کے دیدار پر اکستا اور دوڑتا ہے جن میں کوئی تعمیری یا تاریخی خصوصیت ہو، کشش کے وجہ موجود ہوں۔ واضح بات ہے کہ ان مساجد کو دیکھنے جانا بدبعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اسی طرح ایک ایسی خلاف کعبہ کو خصوصیت سے دیکھنے جانا بدبعت سے کوئی رابطہ نہیں رکھتا جس میں وجہ کشش موجود ہو۔ جو کسی ملک کے لئے انجام کا موجب ہو، جسے خاص اہتمام اور ہم زندگی کے ساتھ تیار کیا گیا ہو۔ ان خصوصیات کی بناء پر جو شائعین دیدار صحیح ہوں گے تو قدر تائیں اس کی تعظیم و نکاح بھی اسی طرح کریں گے جس طرح مسلمان سیاح مسجد کی کرتا ہے اور جس طرح کسی بھی شعائر کی تکریم ہر مسلمان کو کرنی چاہتے ہیں۔ یہ جو اعتراض میرا منیر نے کیا ہے کہ نہ مردم اور بیت اللہ کی جانب بھی جانیوالی قربانیں اور بدھی کے اودھوں کی گرد نوں میں پڑے ہوتے جو توں کے ہمارے دیگرہ بھی تو شعائر اللہ میں کیا مولانا مددودی ان کیسے بھی احترام و استقبال کی یہ ہنگامہ آرائی جائز قرار دیں گے۔ تو یہ اعتراض صاف طور پر تفتت کی نارسانی کا مظہر ہے۔ مولانا مددودی نے کہا کہ غلاف کی نمائش کا یہ طریقہ اس نے برپا کیا گیا۔ غلاف شعائر اللہ میں سے ہے۔ بات سمجھنے پڑی زبان احتراض دراز کیجئے۔ ہنگامہ تو اس نے برپا ہوا اس غلاف سے دو گوناگون خصوصیات والستھیں جو کامنے ذکر کیا اور ان خصوصیات کی بناء پر عوام کا شووق و ذوق سے اس کا سریز نکرنا اس عقیدے سے ہے نہیں تھا کہ شعائر اللہ کا دیدار اسی

نمودہ پیش فرایت ہے اور انہیں کہیں گے تو پھر یہ اعتراض کیا وہنہن رکھتا ہے کہ پچھلے غلاف کے جو ٹکڑے پاکستان میں پہلے سے موجود ہیں وہ اور نہ مزم یا قسر بانی کے اونٹ وغیرہ سب شعائر اللہ میں داخل ہیں لہذا جب ان کی نمائش و زیارت کا خصوصی ہنگامہ برپا نہیں کیا جاتا تو اس پاکستان میں تیار شدہ غلاف کے لئے یہ خصوصیت کیوں ہے؟

دنیا میں لاکھوں مسجدیں ہیں اور کیا شکریہ کی شعائر اللہ ہونے کی حیثیت سے سب بیکاں ہیں۔ تعظیم و حرمت کے شرعی و اعد کسی ایک کے لئے بھی صد اکاں نہ نہیں ہیں لیکن انسان کا جذبہ شووق اسے صرف ان مساجد کے دیدار پر اکستا اور دوڑتا ہے جن میں کوئی تعمیری یا تاریخی خصوصیت ہو، کشش کے وجہ موجود ہوں۔ واضح بات ہے کہ ان مساجد کو دیکھنے جانا بدبعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اسی طرح ایک ایسی خلاف کعبہ کو خصوصیت سے دیکھنے جانا بدبعت سے کوئی رابطہ نہیں رکھتا جس میں وجہ کشش موجود ہو۔ جو کسی ملک کے لئے انجام کا موجب ہو، جسے خاص اہتمام اور ہم زندگی کے ساتھ تیار کیا گیا ہو۔ ان خصوصیات کی بناء پر جو شائعین دیدار صحیح ہوں گے تو قدر تائیں اس کی تعظیم و نکاح بھی اسی طرح کریں گے جس طرح مسلمان سیاح مسجد کی کرتا ہے اور جس طرح کسی بھی شعائر کی تکریم ہر مسلمان کو کرنی چاہتے ہیں۔ یہ جو اعتراض میرا منیر نے کیا ہے کہ نہ مردم اور بیت اللہ کی جانب بھی جانیوالی قربانیں اور بدھی کے اودھوں کی گرد نوں میں پڑے ہوتے جو توں کے ہمارے دیگرہ بھی تو شعائر اللہ میں کیا مولانا مددودی ان کیسے بھی احتراض و استقبال کی یہ ہنگامہ آرائی جائز قرار دیں گے۔ تو یہ اعتراض صاف طور پر تفتت کی نارسانی کا مظہر ہے۔ مولانا مددودی نے کہا کہ غلاف کی نمائش کا یہ طریقہ اس نے برپا کیا گیا۔ غلاف شعائر اللہ میں سے ہے۔ بات سمجھنے پڑی زبان احتراض دراز کیجئے۔ ہنگامہ تو اس نے برپا ہوا اس غلاف سے دو گوناگون خصوصیات والستھیں جو کامنے ذکر کیا اور ان خصوصیات کی بناء پر عوام کا شووق و ذوق سے اس کا سریز نکرنا اس عقیدے سے ہے نہیں تھا کہ شعائر اللہ کا دیدار اسی

اور قافلہن سے نہیں اُن خارجی خصوصیات و صفات سے ہے جو شوق کو اچھا رکھتی ہیں۔ شد و ماد اور ہنگامہ آرائی نفس اخت رہا سے جو اگانہ تر ہے۔ اسے احترام و تکمیر کے حساب میں جمع کر کے یہ اعتراض کرنا کہ پاکستانی علاف کعبہ کا احترام دوسرے شعائر اللہ سے زیادہ کیوں کیا گیا کہ تاہ فہمی کا پیدا کر کرہ مغالطہ ہے اور یہ احتجاج فرمانا کہ رسالت و خلاقت کے زمانے میں علاف کعبہ کی نمائش وزیارت کا ایسا پروپرٹی ہنگامہ نہیں پایا جاتا تھا تو اب کیوں اسے وجود میں لایا گیا ایسا ہی ہے جیسے یوں کہا جائے کہ دہلی کی جامع مسجد اس ذوق شوق سے کیوں دیکھی گئی جب کہ محلہ کی مسجد کا دیدار اس ذوق و شوق سے نہیں کیا گیا۔

ایک اور مطالبہ یہ کیا گا کہ علاف کعبہ کو شہرہ زیارت کے لئے پھر اتنا اور پھر اس کا کیوں دینی حیثیت دینا تر آن وفت اور علاف راشدہ کے تعامل سے ثابت کرو۔

جواب یہ ہے کہ دینی حیثیت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ کیا مولانا میروددی نے یہ کہا ہے کہ علاف کار یکھناد کھانا عبادت ہے۔ اس سے تذکرہ نفس ہو گا۔ ثواب ملے گا؟ اگر کہا ہے تو خود دیکھیجئے اور نہیں کہا ہے تو دینی حیثیت کا مفہوم واضح کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو گا اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ وہ تسلیم بھی صدقہ ہے جو تم اس لئے اپنے ہونٹوں پر لاستے ہو کر اس سے تھماراً مسلمان بھائی خوش ہو۔ وہ لفظ بھی موجب اجر ہے جو تم خنت مشقت کر کے حلال رزق سے میوی کے مخہ میں ڈالتے ہو۔ اس وسیع مفہوم کے اعتبار سے تو بلا شبہ یہ کام بھی دینی ہی ہے کہ عامۃ المسلمين الگرسی خاص علاف کعبہ کی زیارت کا ذوق و شوق رکھتے ہیں تو ان کی جائز خواہش کا احترام کرتے ہوئے زیارت کا انتظام تحرید یا جاتے۔ فقط ایک مسلمان کی دلداری میں دراس تسلیم صدقہ پور سکتا ہے تو لاکھوں کبر وطنوں مسلمانوں کے جائز شوق کی آسودگی کا سامان ہم پہنچانا کیوں صدقہ نہ ہو گا۔ نیتیوں کی ذمہ داری خود عمل کرنے والوں پر ہے۔

ہماری بات کچھ زیادہ دیتی نہیں پھر بھی ایک مثال سے مزید وضاحت کر سکتے ہیں۔ فرض کیجئے زید پہلی بارہ ہی کی جامع مسجد پھنس جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ اس کے شاندار دریہ میں دل کش مینار، تیکھے نقش و نگار اور صریش کو تعمیری زادوں کو خاصی جویت کے ساتھ دیر تک دیکھنے گا۔ لیکن جب وہ میتوں ساخت کی چھوٹی سی مسجد میں پہنچے کا تو فقط نماز پڑھنے کلکلہ ہی کا یہاں کوئی شے اس کے ذوق تماشا کو بیدار کرنے والی نہ ہو گی۔

تو کیا آپ یوں کہیں گے کہ ایک مسجد کو دیر تک شوق سے دیکھنا اور دسمری کو یوں ہی نظر انداز کر دینا بدعت ہے؟ یا یوں کہیں گے کہ زیدیتے ایک مسجد کا احترام زیادہ کیا ایک کم؟ ہمارا خیال ہے دونوں میں سے ایک بھی بات درست نہیں۔ نہ تو یہ بدعت ہے کہ ایک قائل دیدشتے کو خاص توجہ سے دیکھا جائے زیدیہ احترام کی کمی بیشی کہلاتے گی۔ احترام کے ضابطے تو تمام مساجد کے لئے مکان ہیں۔ مسجد کے فرش پر تھوکنا یا جوستے پہنچنے کرنا یا گلوج کرنا، یا لاطنا بھکڑنا، غل غماڑہ بر پا کرنا یا گانا جانا یقیناً منوع ہے خواہ دہلی کی شاندار جامع مسجد ہو یا خلے کی چھوٹی سی مسجدی سی مسجد۔ اسی طرح کسی بھی دینی شعار کی توہین کرنا، اسکے ادب کو نظر انداز کر دینا، اسے بہ نگاہ حقارت دیکھنا احترام ہے چاہے وہ پاکستان کا تیار کردہ علاف کبھی ہر یا زمام کا ایک پیالہ یا بیت اللہ سے منسوب قرآن کا جائز۔ البتہ ضابطے اور قابلیت سے بہت کرچا اعمال دافعوں کسی نظری میلان اور طبعی داعیے کے مظہر ہوتے ہیں وہ تمام شعائر اللہ کے بالے میں اسی طرح یکسان اور ہم مقصد از نہیں ہو سکتے جس طرح دو مسجدوں کی مذکورہ مثال میں شوق لظاہرہ یکسان نہیں پایا گیا۔ اس نکتے کو ذہن نہیں فرمائیجئے تو یہ معاشرہ آپ سے آپ ختم ہو جاتے گا کہ زیزم اور دیگر شعائر اللہ کا احترام جب اس شد و ماد سے نہیں کی جاتا تو پاکستانی علاف کعبہ کے احترام میں یہ ملک گیر ہنگامہ آرائی کیوں جائز ٹھیری۔ یہ دراصل احترام کی کمی بیشی کا معاملہ نہیں ہے یہ اُس قدر تی شوق کی نزد کا معاملہ ہے جس کا تعلق غصہ

اور عہد خلافت سے اس کی نظری و دلیل ڈھونڈ لائی جاتے ہیں؟

اس بحث میں تکارکے ساتھ اس تاریخی واقعہ کو بھی بطور معارضہ پیش کیا جا رہا ہے کہ حضرت عزیز شریف نے وہ درخت کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیعتِ رضوان واقع ہوتی تھی۔

ہمارے نزدیک اس واقعہ سے معتبر صنین کی تقویت نہیں ہوتی بلکہ اُلطیا ضعفت ثابت ہوتا ہے۔ کیا یہ تاریخی اقمع اس کا گواہ نہیں کہ ایک عمومی درخت سے بھی اگر کسی اہم تاریخی واقعہ کی نسبت ہو جائے تو لوگون اور زہنوں کا اس کی طرف خصوصیت سے منعطف ہو جانا ایک فلسفی میلان ہے۔ اس میلان کا انہا رفقِ ہمشماں کی طرف سے ہنسن خود معاشرہ کی طرف سے ہوا تھا۔ پھر نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ حضرت عزیز نے اس میلان کو بھلے خود گناہ قتل اور دیا ہو۔ اگر یہ گناہ ہوتا تو حضرت عزیز ضرور مرتکبین کو سزا تین دیتے تھے مگر آپ نے کسی کو بھی اس فعل پر سزا نہیں دی کروہ کیوں نہ کوہ درخت کی طرف خصوصی التفات کا مرتب ہوا ہے۔ ہاں آپ نے درخت کٹا ضرور دیا تاکہ التفات رفتہ رفتہ بدیعت و مشرک کے حدود میں داخل نہ ہو جائے لاریں حضرت عزیز کا فعل حکمت و بصیرت سے بریز تھا۔ لیکن یہ اس سے کہاں ثابت ہوا اُستقبل کے مکمل خطرات کی بناء پر وہ ابتدا تی التفات اور دلچسپی بھی گناہ تھی جس کا نہ ہو درخت کے باعث میں ہوتے لگتا تھا۔

پاکستان کا بنیا یا ہوا اخلافِ کعبہ کوئی درخت میں چیز نہیں ہے جو مستقلًا ایک جگہ قائم رہے اور اندر نشید کیا جائے کہ زیارت و نماش کی ہر تجھی رسم مستقل بن جائے گی اور بڑھتے بڑھتے نہ جائے کہاں تک نوبت ہنجے گی۔ وہ اس سال پاکستان میں بنائے گئے سال نہ جانے کہاں بنئے۔ پھر وہ بن کر پاکستان کے کسی گوشے میں قائم و دائم نہیں خیر سے جماز جا چکا۔ تب یہ سو سے اور خدا شے کیا معنی رکھتے ہیں کہ مولانا مودودی مشرک و بدیعت کا دروازہ کھول رہے ہیں۔

ایک اور نکتہ تھی اس سلسلے میں سمجھنے کا ہے۔ بیعت والاد درخت صورۃ ایک عمومی درخت تھا اور اس کے نیچے

شریعت ظاہر پر قوتی دیگی اور قرآن کو کام میں لائے گی۔ قریب ہے کہ جو شخص پرسوں سے دعوتِ حق کے کام میں ٹھپا ہوا ہے وہ ریا کار نہیں ہو گا اور الگرسی کام کو وہ فقط عوایحی التفتا حاصل کرنے کے لئے کہ رہا ہے تب بھی اس کی تہی میں ذاتی مفاد پرستی کا جذبہ نہیں، بلکہ حق کو مقبول و مقتدر بنانے کی نیت کا فرض رہا ہو گی۔

کہا گیا کہ جب علاف کعبہ ساتھ یہ معاملہ کیا گی تو کیا اُس پاکستانی سنگ مرمر کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جاتے گا جسے سعودی حکومت نے بیت اللہ کے ارد گرد لگانا منظور کر لیا ہے؟

جو اسی ہے کہ یہ سوال خود ہی سائل کو تنبیہ کر رہا ہے کہ اپنے تصویرِ قلم کشمکھو۔ واقعی اگر پاکستانی علاف کی نمائش اس عقیدے کے تحت کی کیا تی جاتی کہ جو شے بیت اللہ سے منسوخ ہو جاتے اسے دیکھنا دکھانا عبادت ہے۔ کارثو اسی تھے۔ تب توبہ و سنت کی بحث اٹھانا اور مأخذِ مشریعہ سے دلیل مانگنا بجا ہوتا، لیکن جب ایسے عقیدے کا دُور دُر پیا نہیں تو پھر شوروں شیوں کیا معنی؟ بیت اللہ کے ارد گرد لگاتے جانے والے پاکستانی پھرچوکلے ایسی ندرت اور خصوصیت نہیں رکھتے جو کتنی عوام کے ذوق تماشا کو شد و مرد سے ابھار سکے اہم اُنکی نمائش و زیارت کا ملک گیر ہنگامہ برپا نہیں ہو گا یہ تطعیی دلیل ہے اس بات کی کہ ہنگامہ علاف کی علت فقط وہ نسبت نہیں تھی جو ایک کپڑے کو بیت اللہ سے حاصل ہو گئی تھی ورنہ یہ نسبت تو متذکرہ پھردوں کو بھی حاصل ہے اور تجھے علافوں کے ان ٹکڑوں کو تو پورہ جست اولیٰ حاصل ہے جو پاکستان میں موجود باتاتے گئے ہیں پھر بھی ان کے لئے کسی جیش تماشا کا برپانہ ہونا قطعی دلیل ہے اس بات کی کہ ایک خصوص علاف کے لئے ایسے غیر معمولی ہنگامہ ازدواج کی علت وہ گیناگر خصوصیات ہی ہیں جن کا ذکر ہم نہ کیا۔ تب کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک حسین و محیل یا نادر و بیش قیمت یا کوئی اور مردی دغیر مردی خصوصیت رکھنے والی سے کو شوق سے دیکھنا بھی اسی وقت جائز ہے جب کہ دو درست

اور تماشائی بجا رے پکارا۔ مٹھ کہ ہاں بھی آپ تشریف رکھتے۔
پر ایک بھی سوچ رہا تھا کہ الگ میں نے کرامت کی تصدیق نہ
کی تو حرامی کہلانا گا۔

مولانا اصلاحی نے بھی بھی طبیعی اختیار کر کے قارئین
کو اس انسانیت میں مبتلا کر دیا ہے کہ الگ ہم نے مولانا کے ارشاد
پر آمنا و صدق فناز کہا تو سوچ جو جھسے محروم قرار پاتیں گے۔
لیکن انھیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ ہم جیسے بے خبرت

بھی اس دنیا میں بھی موجود ہیں جو بیویوں کے لئے میں کوئی
ششم محسوس نہیں کرتے۔ ہماری حالت ہمیں جبوڑ کر رہی ہے
کہ ہم اس تحریر کے آئینہ میں مولانا اصلاحی کے ذہن کا وہ
تاریک گوشہ دیکھیں، یہاں زخم، سوہنہ اور خود پرستی کی
پریاں لیتھی جائیں۔ یہاں زخم، سوہنہ اور خود پرستی کی
وہ علام الغیوب کی مدد پر بلطف کہ فیصلہ دیتے ہیں کہ مولانا مذوقی
اور ان کی جماعت اسلامی نے غلاف کی نمائش کا ہرگام سر

بدعت اور اہل بدعت کی حمایت کی نیت سے اٹھایا ہے اور
غلاف کو تو فقط آڑ بنایا گیا ہے۔ پھر یہ ہنگامہ کوئی وقتوں
بھی نہیں بلکہ مستقل "تحریک" ہے جس کا واحد منشاء بدعت
کو روایج دینا اور اہل بدعت کی حمایت کرنا ہے۔ اللہ اکبر۔
اگر تحریر مولانا کواتفاق کسی عدالت کا حجج بنا دیا جائے تو
کیا کہیں کہ کیسے شاندار نتائج برآمد ہوں۔ کم سے کم لمبی جو طریقے
مسلموں اور وکلاء کی مختون کے چھپھٹ سے توجیات مل ہی
جائے گی کیونکہ ضل نجح الہام والقارم کی نورانی عنیک الگا کر
ملزم کی طرف نکایا غلط انداز دالیں گے تو اس کے پوتے
باطن کا ایک ایک گوشہ حلی کتاب کی طرح ان کے سامنے
آجائے گا پھر نہایت وثوق سے وہ اس کی نیت، اس کے
مانی الفہیر اور دلی مدعای کی شخص فرمادر ایسے مقدس فضیلے
صادر فرمادیج کہ عقل منطق اور دلیں و شہادت کی کسی عدالت
میں انھیں حیثیت نہیں دیا جاسکے گا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ جماعت اسلامی فتنہ ہو یا نہ
مگر ایسے لوگ ہر زور فتنہ ہیں جو اپنے پریٹ کی آنکھیں نکال
نہیں گن سکتے مگر دوسروں کی نیت اور عزم کو چشم زدن میں

ایک اہم بیعت منفرد ہوئے کی خصوصیت فقط ایک تاریخی
خصوصیت تھی جس کی کوئی تنواد محسوس شکل میں نہیں پائی جاتی
تھی۔ اس کی طرف خصوصیت سے سفر کرنا اور اسکی زیارت
دیدار کو اہمیت دینا صاف یعنی رکھنا تھا کہ معاملہ اُس فظری
حدبے کا نہیں جو آدمی کو محسوس خصوصیات رکھنے والی ایسا
کے دیدار پر ابھارتا ہے بلکہ حقیقتے کا ہے۔ تو ہم پرستی کا ہے
اہذا کیوں نہ فزادعت نہ کاردار و اڑہ بند کیا جاتے اور کیوں
تو ہم اس کو نشوونما کا موقع دیا جاتے۔

لیکن زیر بحث خلاف کعبہ کی زیارت میں کسی تہم کی
شمولیت نہیں اس کی خصوصیات تو محسوس و مشاہد ہیں اور
یہی درخت، کسی قبر، کسی درگاہ کی طرح اشیاء غیر منقولہ میں
شامل نہیں ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کو خدازندہ رکھے وہ بھروس
ضیمت ہو قعہ پر اپنے تاثرات عالیے سے عموم کا لانع اکی نواز
بغیر کیوں رہتے۔ ان کے نامہ، کرامی (مطبوعہ المنبر) کے چند
فقرے پڑھنے کے قابل ہیں:-

"جس بہت پہلے سے یہ اندازہ ہے کہ کہا جماعت اسلامی
اسلام اور مسلمانوں کے نے ایک عظیم نسبت نہیں وائی ہے
میرے بعض احباب کو میرے اس اندازے سے کچھ
اختلاف تھا لیکن غلاف کعبہ کی آڑ میں اس جماعت
نے بدعت اور اہل بدعت کی حمایت میں جو تحریک
چلائی ہے اس کو دیکھ کر شاید ہی اب کوئی سوچ جو بھج
رکھنے والا آدمی میرے اس اندازے کو غلط قرار دے
سکے۔"

ابنی رائے کو واحد رائے منوائے کی وہی تکنیک اس
عبارت میں استعمال کی گئی ہے جو ایک پہنچ ہوئے درویش نے
استعمال کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ لوگوں نے جھوٹیں ابھی کرامت
کے ذریعہ شیر بربنتے والا ہوں مگر جو لوگ اپنے والدین کی حائز
ولاد نہیں ہیں وہ اس کرامت کے مشاہدے سے محروم رہنے گے
اس کے بعد اس نے منتر جتر پڑھ کر دعا کہ لوگوں شیرین گیا

چونا ستر کو دیدھت ہے اور اس کے نتیجے میں شریعت قبوری کے وہ وہ شاندار منظار پر سامنے آتے کہ تو حیر کے متواouis کو مارے ہیرت کے سر پیٹ کا بھی ہوش نہ ہتا۔ مولانا مودودی نے اس نماش میں حصہ لے کر جملہ مفاسد کا بہت کچھ سردا باب کیلے ہے اور معدود دے چند مفاسد اگرچہ بھی سامنے آئی گئے ہیں تو ان پر اہون البیتین کے نقطہ نظر سے صبر و شکر کرنا چاہیے۔ یعنی بھاتے باہمی جدل و آذینہش کا ایک نیا موضوع ہٹھڑا کردہ بنا اور باطل قولوں کو تحریر کا موقع دینا اسلام دستی نہیں فریب نفس ہے۔ یہ آئے دن بات کے تنگرے بنا کر حق پسندوں کا اپس میں اُبھتہ رہنا ان مغرب زدہ تجدید پسندوں کی کم تھیکت ہے جو اقتدار کی راہ سے پورے معاشرے کو شیطانی اعمال و اثکار میں زنگ دینا چاہتے ہیں۔ آپس میں اڑتے ہی رہو گے تو یاد رکھو چھاروں بھی کی طرح ملے جاؤ گے پھر تھاری قبروں پر فاتح پڑھنے والا بھی شاید ہی کوئی مل سکے۔ کیسے مجھ کی بات ہے کہ مولانا اسلامی جیساً احمدی مدیر المذہب کی پیشہ ٹھوٹکے ہوئے پیشوورہ دے رہا ہے کہ اس سلسلہ پیشہ لکھنے کی ضرورت ہے یعنی اگرچہ دینی پر چون کو معاشرے کے ہر آن بڑھتے ہوئے فساد، تعقیل اور زوال پر قلم چلانے کی توفیق کسی درجے میں نصیب ہو گئی تھی تو اسے اب طاق نیاں پر رکھ دیا جاتے اور توجہ صرف کی جانبی غلاف دالے ہنگامی مسئلے کی سلسلہ ایسی تحلیل پر۔ دادا نے داش مندو۔

ازماش

احمدی عزیمت کی کوئی بھی راہ اختیار کرے اللہ اسے آزماتاً ضرور ہے۔ ہم نے اپنے ضعف دبئے مائیگی کے باوجود تجھی کے آغاز ہی سے پر عزم کیا تھا کی صرف وہ لکھیں گے جسے ہمارے علم و فہم حکم کیلئے اس کی زد میں کوئی تبھی آتے۔ یہ عزم اس دروسیاست میں کھیل ہیں تھا مشیت نے کی باریں ابتلاء میں ڈالا لیکن الحمد للہ کہ اس ابتلاء سے کامیاب ہو کر نکلنے کی بھی توفیق اسی نے عطا فرمائی۔ صرف اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ میں

لکھوں نکالنے میں تھیں بیہقی نہیں معلوم کر ان کے اپنے سریں لکھنے بال ہیں مگر خوش قلبی کی شان یہ ہے کہ جو کچھ ہم کہدیں اور جو فیصلہ ہمارے علم و فہم کو درست معلوم ہروہ خدا تعالیٰ نے کی طرح اٹل ہے اور اس پر صادرنہ کرنا فقط احمقوں اور جاہلوں کا نشیوہ ہو سکتا ہے۔
کاش جماعت اسلامی کو نفتہ عظیم قرار دینے والے مولانا اصلہ احمدی تبلاتے کر جماعت۔ سے اقطاع کے بعد خود انھوں نے کوئی راہ عمل نکالی ہے جو قتنے سے ماہیں اور تقوے کے نور سے منور ہو۔ خود وہ کوئی خدمت اصلاح حال کی انعام دیتے رہے ہیں۔ یہ دھوم چاتا اور جسرا طھاتا شکر پاٹل جو طوفانی باد لوں کی طرح اسلام کی ایک ایک پہنچانی پر جھاتا چلا جا رہا ہے فقط "حلقة تدبیر قرآن" سے یا ایک ماہنامے میں چند مضمون میں لکھدیں سے یا جماعت اسلامی کو گردن زدنی قرار دی دیتے سے تو پیاسا نہیں ہو سکتا۔ جماعت اسلامی بدر گھر ہے تو آپ کچھ کر کے دھلاتے۔ کر نہیں سکتے تو زبان ہی سے ارشاد فرماتے کہ دین و اخلاق کی گرفتی ہوئی دیوار کو سہارنے کی عملی صورت کیا ہو۔ یہ تو کوئی کارنامہ نہ ہوا کر لوگوں سے اپنے اندازوں اور نیصلوں کا لوما ہامنواتے ہیئے اور یہ بتا کر نہ دیکھئے کہ جماعت اسلامی کو غرق دریا کر دینے کے بعد آپ قم و ملت کوکس راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔

قارئین شاید طول سے اکتا گئے ہوں مالیک اتنا ہمیں اور کہتا ہے کہ یہ ساری این و آں تو اس قدر یہ پر بھی کہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی ہی کو نماش میں غلاف کے ملک گھر منہکارے کا تمام تر زندہ دار استارے لیا جائے لیکن واقعہ یوں ہے کہ ایسا بادر کرنا پر و پیگنڈے ہی کی ملکنکا ہے ورنہ سچائی کچھ اور ہے۔ سچائی یہ ہے کہ مولانا موصوف الگ دامن کش ہو کر پیٹھ جاتے تو بھی یہ نماش ہوتی اور اسکی سربراہی یا تواریباً اقتدار کرتے جس کے نتیجے میں نامہادر ثقاافت و کلپر کے نہ جانے کے منظار ہرے علماء کی مزدوریوں پر قہقہے لکاتے نظر آتے یا پھر وہ لوگ کرتے جن کا اڈھنا

علمی بحثوں میں حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہوئے ہمیں پہنچ کر کے کسی اور حجیدے سے بول گائے۔ بھلی میں صرف وہ لے گا جسے طار عثمانی حق بھی گا۔ یہ تو پہلے کہا ہے کہ عام عثمانی کے علم و فہم خطا مکا جائیں اور وہ کسی ناقص بات کو حق سمجھ بیٹھ لیں یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ اس نے دیا تھا حق بھاہے اس کے انہار میں کسی کی شخصیت یا کوئی دنیاوی مفہاداً مطے آجائے۔ اپنے پاس دوستے دیکھ صرف یہی تو سرایہ ہے کہ جب حساب کے دن خدا پوچھ گا کہ بتا کیا لایا تو گناہوں اور بے تو فیقویوں سے بھسری ہوئی فر عمل پیش کر کے عرض کریں گے کہ کتنے کر لے عالم الغیوب! تمام گناہ ہی گناہ ہیں۔ سیاہی ہی سیاہی ہے لیکن ایک بھلائی بھی ہے جو آپ ہی نے عطا فرمائی تھی۔ خدا پوچھ گا ہم سب کچھ جانتے ہیں لیکن اس عدالت میں اتنا جنت بھی خود رہی ہے۔ خود اپنی زبان سے بتا کرنی بھلائی تیرے تاذارہ مدنیں ہیں ہے۔ اس وقت ہم ہمیں گے کارم الراحمین۔ تو نے فلام کو سچھے سچھے اور لکھنی کی جتنی تاب دتوں عطا فرمائی تھی اس کا ایک ایک جنت وہ حق و صداقت ہی کی راہ میں لٹا کر آیا ہے۔ تو جانتا ہے کہ دنیا کے کسی خوف، کسی عصیت، کسی مفادات فلام کو اپنے ضمیر کی آواز پر لپیک کہنے سے باز نہیں رکھا اور تعریف یا ملامت کی پرداز کے بغیر اس نے اپنے دل و دماغ کا ایک ایک قطرہ لپڑتی و صداقت کے کشتزار میں خود رہ دیا۔ اب تو مالک و مختار ہے کہ اس ایک کا کوئی فسر باکر سائے گناہوں کو قتلزم رحمت میں ڈال دے یا رد کر کے ہجنم میں ڈال دے۔

یہ ہے وہ خواب جسے عامر عثمانی برسوں سے دیکھ رہا ہے اور اشار اللہ آخربی سانس تک دیکھے گا۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ دنیا کی ملامت سے ڈر کر یاد اور تحسین کے خونگی اور فریب میں اگر اس خواب کو چور چور کر دے حالانکہ زندگی کا چراخ ہر آن آندھیوں کی زردی ہے اور لگزدست الاحسان قبر کو قریب لارہا ہے۔ اللہ ہم لا عیش الا عیش الا آخرۃ۔

عامر عثمانی ۱۲ اپریل ۱۹۶۷ء

علمی بحثوں میں حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہوئے ہمیں پہنچ کر کے اکابر و اجداد تک کا سامنا کرنا پڑا بلکہ یہ بھی ہو الگ خود اپنے مفادات اور نیک ناخی کو نشانے پر رکھ کر ہمیں صفت کوئی کا عزم بھانا پڑا ہے۔ بیزیدی ہم کہلاتے۔ مودودیا ہمارا نام رکھا گیا خارجی ذاتی کے القاب سے ہمیں نوازیں نکتے ہی خسریداروں نے بھلی کی خسیداری ترک کر دی۔ غیظ و تبرما کے ھترے لکھ۔ دھمکیاں دیں۔ مگر ہزار ہزار شکر ہے اُس رحیم و کریم کا جس نے ہمیں اپنے عزم پر صبرہ و ثبات کی توفیق عطا فرمائی۔ ولہ المحمد۔

اور آج چھر ہم نے ایک امتحان ہی سے گزر کر شیش نظر اداری پروردگار قلم کیا ہے۔ خطوں کا ایک ڈھیر تھا جو حکملہ ماہ سے برادر اور بچا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ ان میں عموماً ہی فرمائش اور اصرار اپنی کیا تھا کہ مولانا مودودی کی بدعت نوازی پر شرید گرفت کی جائے۔ بدعت دشمنی کے خاذ پر بھلی جو کچھ کام کر رہا ہے اس کے پیش نظر ان تمام مکتوب شکاروں کو یقین تھا کہ تجھی اپنی عادت کے مطابق غلاف کعبہ والی پاکستانی بدعت پر شد و م اور فضیل کے ساتھ نکیر کرے گا۔ پھر جب گذشتہ خاص نمبر میں اس ہوشیور پر کچھ نہیں آیا تو حیرت اور طعن کے خطوط آئے شروع ہوتے کہ تم جو بدعت کے ساتھ سے بدل کر ہو اپنے حکمران مولانا مودودی کے معاہد میں کان دبا کر گھوں بیٹھ رہے دراصل ہندو پاک کے جریدوں نے اس باب میں فل چھڑا ہی اس زور شور سے چایا ہے کہ عوام تو عوام بہت سے خواص تک مولا نا مودودی کے بھرم ہوئے کہ دینی اعتبار سے امر مسلم تصور کر بیٹھ ہیں ایسے عالم میں ہمارے لئے یہ بات آزمائش سے کم نہیں تھی کہ شالقین علی کے یقین اور خواہش کے برخلاف وہ اپنے ظاہر کر گذریں جسے ہمارے علم و فہم نے حق سمجھا ہے۔ ہر چند ۱۵ اپنے قارئین کو من چاہی غذا ایسی دینتے کی کو شش کرتا ہے، لیست کہم آئے دن ان کی خدمت میں کڑوی گولیاں بیش کرتے ہیں۔ اس سے کاروباری مفادات بھی متاثر رہتا ہے۔ بدنامی و نفرت بھی حصہ میں آتی ہے۔ طعن و لنز کے تحفے بھی ملتے ہیں۔ مگر تجھی کا ہر قاری اس سے کہ الگ اسے فقط من چاہے

مسدہ اور صاف ستمرا ایڈلشین ہم سے طلب فرمائے۔
د جلد وہ میں مکمل۔

بادہ رو دے پے د جلد پندرہ رو دے پے)

فتیۃ الطالبین مع فتوح الغیب شیخ المشائخ حضرت شاہ

عبد القادر جیلانی کے شہر زمان جواہر پارے۔ اُرد و ترجمے
کے ساتھ عربی متن بھی شامل ہے۔ دو ضخیم جلد وہ میں مکمل
چومنی رو دے پے

تفسیر سورہ لقریب اذھانی پاروں پر میں ہوئی اس علمی سروت
کی مستند تفسیر مولانا اشرف علی کے
فائدہ خاص ہے۔ واضح رہے کہ یوں تو پورے قرآن کی تفسیر
”بیان القرآن“ کے نام سے ثانیہ بوجھی ہے۔ لیکن یہ سورہ
لقریب تفسیر پر مشتمل جلد اول اُس نایاب ایڈلشین کی دستیاب
ہوئی ہے جو بتائی ہریں نے تصحیح اور طباعت و تناہت کے
اعلیٰ انتظام کے ساتھ چھاپا تھا۔ بدیریہ جلد چھرو دے پے۔

اس کے علاوہ کچھ نئے جلد چدام کے بھی دستیاب ہوئے
ہیں جو سورہ توبہ اور سورہ اعراف کی تفسیر کے جائز ہیں۔ یہ جلد
بھی جلد چھرو دے پے کی ہے۔
شائعین فوری توجیہ فرمائیں۔

نمازیں نمازوں کے متعلقات میں، من، جماعت
اور صحیح طریقہ نماز کی تفصیل۔ ضروری مسائل
ہدایات بچوں اور بڑوں سب کے لئے مفید چھ آئے۔

بزم اپنی بصر منتخب احادیث رسول کا مجموعہ مفید
بزم اپنی بصر از جو شریک کے ساتھ۔ سوارہ پر
مناسک حج حج کے متعلق امام ابن تیمیہ کے
معقولات اضافات۔ جلدین روپے

عمرو بن العاص اس صحابی رسولؐ، فاتح مصر، تاءہ
کے دھنی اور بلند پایہ طبقہ کی داستان
حیات جسے خود اللہ کے رسول نے مدد بر اسلام کے خلاف
سے نواز ایسے حد پچھ پڑائیں اور مستند۔

رعایتی قیمت جلد دو رو دے پے

فتاویٰ دارالعلوم مولانا مفتی میرزا حسن ”اُحد مولانا مفتی
محمد شیخ کے فتاویٰ کا مجموعہ“ فتاویٰ
دارالعلوم“ کے نام سے بار بار چھپا ہے لیکن اس کی ترتیب
و تبویب اور کتابت و طباعت تا نقش ہی رہی۔ اب ایک
شیخ ایڈلشین عمدہ ترتیب و تبویب اور کتابت و طباعت
کے معیاری انتظام کے ساتھ چھاپا گیا ہے یہ عوام و خواص
سب کے لئے خاصے کی جیزیرے آٹھ حصوں کا یہ ضخم جمیع میرزا دا
فتاویٰ پر مشتمل ہے جو ہماری روزمرہ کی زندگی میں قدم ہم
پر کام آئے والے ہیں۔ مکمل قیمت ۲۱ روپے۔

اگر جلد چاہیں گے تو ہر دو حصہ کی ایک جلد۔ لیکن آٹھ حصوں کی
چار جلدی پر تاخیر دے پے میں تیار ہوں گی۔ گویا مجملہ کی
قیمت ۲۶ روپے ہو جائے گی۔ جلد پندرہ روپے میں طلب کیا
جائے تو اخراجات میں کفاہت رہے گی۔

تحفۃ الاجتیاہ فی احکام تحریم النساء مردوں کے
لئے کون کوئی عورتی حلال ہیں اور کوئی حرام۔ اس موضوع پر
ایک جامع، مستند اور سیر حاصل رسالت۔ سات آنے
آیات بینات تالیف: - نواب حسن الملک
سید محمد بہری علی خاں صاحب ہے۔

اہل تشیع کے بیلان حقائق میں وہ معکرۃ الاراء اور شہروں
کتاب، جس کا صحیح جواب آج تک شیعہ حضرات نہ دے سکے
میں میں خود شیعہ نہ ہب کی کتب اور ان کے علماء کے حوالوں کے
صحابہ کے فضائل اور خلافت راشدہ کو شایست کیا گیا ہے اور
شیعہ نہ ہب کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔ سلاطہ چاروں سے
المجنحہ ادیانی کی شہر تین عربی دُکشزی اور دیساں
میں بے شمار تھا ویرہ دیڑھہ ہزار سے زائد
مخفات۔ جلد سی تائیں روپے۔

بہشتی نیو ردیل مکمل کون پڑھا کھا آدمی ہے جس نے
مولانا اشرفت علیؒ کی اس میں
بیا اور مقبول ترین کتاب کا نام نہ شناہ ہو گا۔ ہر مسلمان گھر کیتیے
ایک مفتی۔ عمر توں کا مشیر مردوں کے لئے مشتمل رہنماد اسکا

(دشمس توید اعتمانی)

کیا ہم مسلمان ہیں؟

بھیک نہیں مانگی تو اس کی آنکھوں کی کیا جاں ہے کہ حقیقت
کو دیکھ کر پہچان سکیں اور دل کی دھڑکنوں میں کیا ادا ہے کہ
اس پر اسراہ تھی کو محسوس کر سکیں جو نظر وہ سے جتنی دودر
ہے دل اور رُگ جان سے اتنی ہی قریب تر ہے۔ خود غافر
حق کی آواز پر اس وقت نہ بڑھ سکے جب ان کی آنکھوں میں^۱
بُر طبعی بینائی کی ایک آدمی کرن اور ان کی مٹانگوں میں قدم
اٹھانے کی تھوڑی بہت طاقت میوجو تھی۔ سچائی اسوقت
بھی ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گرفتی تھیں اسے دیکھ کر ان
آنکھوں میں خون اُتر آتا تھا۔ خدا کی یکار اس وقت بھی ان
کے کاؤں کے پرزوں تک آئی تھی تیکن اس کو سنتے ہی وہ
مُذکور چھر کو چل دیتے تھے لیکن جب قادر مطہر کی نظر کرم اپنے
بندے کے حال پریشان کی طرف اٹھی تو وہی بندہ لینے معبود
کی طرف والہامہ انداز میں گرتا پڑتا ہوا اس وقت آجے
بڑھا جب اس کی آنکھوں میں بینائی کی رہتی بھی باقی تھری
تھی اور ضعف پیری سے تھر تھراتی ہوتی مٹانگوں کو خود اسکے
اپنے جسم کا برجھا دھا کر جلسا د بھر میوجھ کا تھا۔

یہ وقت انگریز نظر خدا کے رسول نے دیکھا کہ فتحِ نکہ
کے بعد مکہ کا یہ سر اُردی اپنے انمول نخت جگہ حضرت ابو بکرؓ
کے شازوں پر جھولتا ہوا تھوکریں کھاتا ہاپنڈا کا پتہ ہوا
دنیا بھر کو تھوکر کر آنحضرت کی دھن میں کشاں کشاں جلا اور ہا
ہے۔ آج اس کی نظر میں وہ ساری عمر دراز ایک بدترین
حماقت کا شاہرا تھی جو اسلام سے خود جی کے عالم میں بنتی تھی
آج تو قبر کے کنارے پر پہنچ کر اس نے ایک ایسی چائی کو

بایسے آگے الگ بیٹا نکل جاتے تو یہ خدا کی دین نہیں تو
اور کیا ہے؟

وہ رات جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایمان کے
لئے جان اور ملن دنوں کو بھیک داؤں پر لگایا اور محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی قدموں سے پیٹ تک ساری
دنیا اور تمام ماضی کو نشانہ کیا تھا اسی رات کی صبح کو مکنے
یہ سنکار ان کے والد بڑھتے تھے اور حضرت علیؑ کو دیکھ کر یوں
چڑھلتے ہوتے ہیں الفاظ اداگر ہے ہیں:-

”ان قریشی لیڈروں نے میرے پیچے کا بھی ناس کر کے
رکھ دیا!“

لیکن آٹھ سال بعد — دنیا نے دیکھا کہ ضعف
پیری سے لٹکھڑاتے ہوتے یہی تھا فہیک اسی سمت میں
اور ٹھیک ان ہی شفاتِ قدموں کو چھو لینے کی ترتیب میں اپنے
بیٹے ابو بکرؓ کا سہارا لئے ہوتے کشاں کشاں چلے جا رہے
ہیں کہ جس سمت میں بھی ایک ایک قدم چلنا ان کی نظر میں سعادت
کا مرانی نہیں معاذ اللہ خسراں دن امرادی کے ہم سعی تھا۔

کتنا روشن ضمیر تھا وہ ”میا“ جس نے سچائی کو اسوقت
دیکھ لیا اور دیدرہ ودل میں اُناریا تھا جب ایک سفیر رہیں
جہاں دیدہ بُر طھے باپ کی نظر میں وہی ”عظم سچائی“ حضن
پھوکوں کے ایک احمقانہ ھیل سے زیادہ کچھ نہ تھی ا۔ فریب
دیدہ ودل سے خدا کی پیاہ اکتنی سچی ہے یہ بات کہ یہ خدا ہی
ہے جو انسان کو جب چاہے اور جہاں چاہے سسھار استرد کھا
دے اور اگر کسی بدنصیب اس کے درستے زندگی کی عظیم ترین

پالیا تھا جس کے چند ثواب و روزابنی قیمت اور لذت کے اعتبار سے اس کی پوری عمر پر بھاری تھے۔

حضرت مولانا نے اس درد بھری خوشی کا بعد بات انگیز منظر دیکھا اور بھرا پسے رفیق جلیل حضرت ابو بکر رضی کی آنکھوں میں بایک کے اس حسین و تمیل انقلابِ زندگی پر پا کیزہ آنسو میں نبھی لاحظہ کی اور فرمایا:-

”تم نے غصب کیا کہ ان کو اس قدر تکلیف میں ڈالا!
میں خود ان کی خدمت میں چلا آتا!“

کتنا عظیم تھا وہ واقعہ کہ جس کے خبر مقام میں آخری اور لوالعزم رسولؐ کے پاک ہیئت میں سے یہ الفاظ لکھ لیے تھے! — کتنا شاندار تھا وہ ”بیٹا“ جو اپنے باپ کا باٹھ پکٹے ہوتے اس کو اپنے شانوں کا سہارا دیتا ہوا دوخ کی ہولناک آگ سے دور خدا کی جنت کی طرف لیکر جلا تو بارگا رسالت میں اس کی آئی شاندار یہ بڑی ایقونت ہوتی ہے! —

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرط سمرت میں اٹھ کھڑے ہوئے — دنیا کے حقیقت کے اس فواد و کوہاں کھوں ہاتھ لیا اور بھر لیا۔ صفا و معاوفہ کے سینے پر جب پیغمبر کے ہاتھوں کی پر شرق تھیکی سے روح دل کی ہمراں نبیوں میں سوتی ہوئی زندگی جاگ اٹھی تو حضرت قبا فتحے زندگی میں پہلی بار حسوس کیا کہ آنکھیں جاتی رہنے کے باوجود الگی کے کدل کی آنکھ مکمل جاتی ہے تو کیا نظر آتا ہے۔ ستر بڑے کہ اس وقت ان کو کیا نظر آیا؟ — دنیا تے تو صرف اشاد بکھا اور منا کاکہ آٹھ سال پہلے اسلام کو بچوں کا حیر کھبل سمجھ کر کھڑکے بر سند والا بڑھا ملک بے اختیار بے تحاش انجھ اٹھا:-

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تو بس اللہ ہی ہے — اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بنے بھی ہیں اور رسولؐ بھی!“

ہاں — یہ خدا کی بارگاہ ہے جہاں اس کے درکے سوائی جب عرقانِ حق کی خالی جھوٹی لے کر ایک عاجسز ترین بھکاری کے عجز کے ساتھ دامن پسارتے اور ہاتھ چھیلتے ہیں تو بودھی سے بورصی زندگی پر آنما فانماً حقيقة و صداقت

کا شباب آ جاتا ہے۔ یہ ہے وہ ”بھیک“ جو خدا کے سو اکوئی بھی نہیں
دے سکتا۔ اور ہاں بھی ہے وہ ”بھیک“ کہ جس کسی کو یہ نہ مل
سکی تو ہفت اقلیم کے شاہی خزانے بھی اس کے ”افلاس“ کے
داع نہیں دھو سکتے۔ پھر کون ہے جس کو اس کی ضرورت نہیں؟
یہکن تکنے ہیں جو اس کے درکے سواليوں کی صفت میں کھڑے
ہو کر خود اُسی کو بھیک میں مانگ رہے ہوں؟

ابھی اسلام رسولؐ خدا کے ہزاروں تک ہی آیا تھا کہ
ابو بکر رضی کا سینہ کھلا اور اس نور کو اپنے اندر جذب کر کے خدا کے
سو اہر شے کے لئے بند ہو گیا اور ابھی اسلام صرف اُنتالیوں
سینوں کی آڑ میں خان اور سپاہی، تفو و شرک اور درندگی وحشت
کے خونگر انسانوں کی طرف ایک خاموش دعوت حیات کی صورت
میں آجھے بڑھ رہا تھا کہ ابو بکر رضی کو حسوس ہوا تھا کی اواز کو
سینے کے اندر ہی اندر ضبط کرنے کرتے ان کا سینہ شدت ضبط سے
پھٹ جانے کے قریب ہے۔ جھوٹ پھیلنے ہی کے قابل ہے اور
حق ظاہر ہو جانے ہی کے لائق ہے۔ یہ بات سوائے ایک حق
پسند کے کوئی نہیں جانتا کہ جس حق کو اٹھانے سے پہاڑوں نے انکار
کر دیا تھا اس حق کو اٹھانے والے انسان کو اس حقیقت کا طوفان
سینے کے اندر دیانتے سے کیسی تکلیف ہوتی ہوگی اجنب خطرات
کی ڈراؤنی پر چھا میاں درد بیوار پرنا چھتی ہوئیں حتی پسروں کو
گھوڑوں گور کر دیکھ رہی تھیں۔ جب ”خدائے واحد“ کا نام زبان
پر لانا ایسا تھا جیسے کوئی کعبہ میں رکھے ہوتے تین سو ساٹھ
پھر کے بتوں سے سرٹکر کر پاش ہو جانے کے لئے تیار ہو جائے
اس وقت یہ ایک معبد کا بے لوث پیجاری بارگاہ رسالت میں
یہ اتحیا کر رہا تھا:-

”اجازت دیجئے کہ ایک بارکھل کر دہ بات زبان سے
کھدوں جو ہیرے دل میں ہے۔ یہ خدا سے مایوس اور تھروں سے
آس لگانے والے نادان لوگ ہاں چاہتا ہے کہ ان کیسا منے
اپنا سینہ چیر کر دکھدوں! ...“

رسولؐ خدا کی نگاہوں سے مرج درموج اُبلتا ہوا
جدبہ حق ابو بکر رضی کے سینے میں آنکھوں کی راہ سے اُتر کر جیسے ایک

ظالموں کے دل پر گئے! اگر پر خود کفر نے ملامت کی اور اپنے بکریوں کو زخموں سے چور چور حالت میں اٹھا کر ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ لیکن جیسے ہی ہوش و حواس پلٹے ہو رہی آوازِ حق ان کے دل سے اُب کر ہو نتوں تک آئے لگی جس کو ہمچو شی میں ڈوبتے ہوتے انسان کے آخری سانس تک منا کیا تھا۔ اب اس آواز کے مخاطب غیر نہیں اپنے تھے۔ وہ ماں اور باپ تھے جن کے خون جگر کے احسانات میں اپنے بال بال کو بنہ صاحب اپنے بکریوں پر قرار تھے کہ ان احسانات کا کچھ حصہ میش کر لیں۔ درد میں ڈوبی ہوتی آواز سے زخموں کی سک اور خون دل و جگر میں نہایت ہوتی ہر کار بھلا رائیگاں کیسے جاتی؟ باپ کے قدموں میں جبکش نہ ہوتی لیکن دل ضرور ہل گیا اور ماں کا تو پورا وجود دینا اعلان ہو کر پشتی کے ساتھ ہوتگیا۔ صبح ہوتی تو اپنے بکریوں روحانی سرست میں ڈوبے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ کو ساختہ ہوئے ہوئے باڑگاہ و رسالت میں حاضر ہوئے اور جس ماں نے ان کو تمدیا تھا اس کے خالق و پروردگار کے قدموں تک پہنچا دیا! ہماری ریگوں ہیں دوڑتا ہوا خون ہجھی کراہ ہے کہ اس خون کے قطرے قطرے پر باپ کے سینے اور ماں کی مامتا کی گہری چھاپ ایک الگ انسان کے نقشِ دوام کی طرح ثبت ہے۔ لیکن ہم میں سے کسے احسان شناس ہیں ایسے مومن جو جذبہ شکرو پذیر ایسی لئے کمیحاتِ دنیا کے ان دو عظیم محنتوں کو عذر نہ ادا کرنے اور بلاغ فردوں تک پہنچانے کے لئے بے قرار ہوئے ہوں جن کو دنیا و الدین کے قیمتی نام سے یاد کرنی آئی ہے۔ خدا تو نظروں سے اوپھل ہے لیکن ماں باپ^{۱۹} ان کے احسانات کی طرف آنکھیں بند کرنے کا جائز کیا ہے آخری۔ کاش! ہم صحیح "مسلمان" ہوتے تو احسان کی پذیر ایسی کا یہ پہلو ہمیں انسانوں کی شکرگزداری سے بڑھ کر معبدوں کے آگے تصور یہ شکر بن جانے کے بلند مقام تک پہنچ لاتا۔ شکر جو ریاضتوں اور جاہدوں کے بغیر انسان کو کمال تقویٰ کی سریعتیوں تک لے جاسکتا ہے۔ "شکر" جس کے جذب و جنمیں میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوتی تھی کہ جانتے نہ اپنے مقدوس یا اُن سرخ جانتے تھا اور یعنی میں گھٹی ہوتی ہوکی آواز اس طرح سُننے والوں کو مسناتی

زبردست طوفان بن چکا تھا۔ حضور نے کمال پذیر ایسی کے ساتھ اس بندہ مومن کی طرف دیکھا اور اجازت عطا فرمادی گئی۔ اجازت عطا فرمادی گئی کہ جس امامت کو اٹھانے کے لئے حضور سے یہ اپنے بچے اور بچی سرفراز پہاڑ لرز اٹھے تھے تم اس امامت کو اٹھا کر ایمت پھر کی اور بچی تھی دنیا میں جا سکتے ہو اور دنیا کو بتا سکتے ہو کہ وہ خدا ہے جو اس کی کائنات میں انسان کو اپنی زندگی سے بھی پیارا ہو جاتا ہے۔

عجزِ عغافان کی دو آتش کیفیت میں حضرت ابو بکر شفیع تقار اور کس متنانت کے ساتھ خدا کا تامیل کریمہ دین عمل میں آشریف لاری تھے! یہ جان پر کھل جانے کی تمنا قبول ہو گئی تھی کہ دنیا بھر کے شاہی خزانوں کی کنجماں کسی سائل کی جھومولی میں ڈال دی گئی تھیں۔ اعلان ہجتِ تکوہار کی دھارستے زیادہ خطراں راستہ ہے وہ اس شمشیر آبدار پر کس خوشی اور کس کیف کے ساتھ وجود کرتے ہوئے چلے تھے۔

اعلانِ حق کے جواب میں نہ پھول بر سے نہ داہ داہ ہوتی۔ وہی ہوا جو سرستے اس جگ میں ہوتا گیا ہے۔ اسی ادائے بندگی پر پہنچنے دیکھا ہوتی آئی ہے اور سرزوں کو فقط ایک آن دیکھنے خدا کے سہارے جتنا پڑا ہے۔ ابو بکر صدیق کو ہمچو مطلوب تھی۔ اسی نے جب چاروں طرف سے نفترت، سنگلی، درندگی اور سقاکی کی وحشیانہ یقان ہوتی۔ جب خدا کی مخلوق تھے خدا کا نام سن کر غنیط و غنجدب کے عالم میں دامنِ حق کی ایک ایک ہٹری پر اُنمی ہتھوڑے بر سلے نہ شروع کئے تو چوڑ پر چوڑ طھاتے ہوئے بندہ مومن کی نظر سوتے فلاں اٹھی اور خون پھکاں زخموں کی گود میں اس کے ہو نتوں پر سکرا ہٹھیلے لگی ایقیناً عظیم ترین خوشی کا راز صرف یہی احسان تھا کہ اس وقت ان زخموں کو وہ آنکھ دیکھ رہی ہے جس کو نہ نیند بکری سکتی ہے زاد بھنگ جس کو صرف ایک با رانی طرف اُٹھتا ہو اور یہ کیلئے ایمان ہزار بار آگ اور خون کی بھیوں میں گر جانے کے لئے سر کے بل جل کر بھی جائے تو سودا استا ہے۔ گھائی ابو بکر صدیق سمعت خدا اپنی نظر اٹھی اور دکھ درد کے سارے احسانات نے بے ہوشی کی آخوش میں دم توڑ دیا۔ کتنے دردناک ستم ہوتے تھے کہ خود

کو رکھ دیا ہے۔ ایمان آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا لیکن اسکے اشارے نظر آیا کرتے ہیں۔ تو کیا شکر والدین کی یہ ایمانی علامت بھی کہیں سے کہیں تک ہماری زندگی میں ویکھی جا سکتی ہے؟ ۶۔

دبی تھی کہ کلیچ منہ کو آنے لگتا تھا۔ ایک معصوم رسولؐ کا الگ خذہ شتر سے یہ حال ہوتا تھا تو ان لوگوں کا کیا حال ہوتا چاہیے جن میں سلسل خدا تعالیٰ احسانات کی بارش پوری ہے اور سلسل عقلت کی سرد ہمیزوں نے ان کے فرض بندگی کے احساسات کو تھرا

اویخی دکانیں

صدین احسن گیلانی کے دچپ شہ پارے ایک روپیہ

پوکھٹ کے اندر
عورتوں کے لئے چند نفیس مضمایں
قیمت ایک روپیہ

عہد رسالت کے مقدس قونین
اپنے ہو ضوع کی یکتا کتاب۔
قیمت ڈیڑھ روپیہ

دروبی کیا ہے؟
مشائخ دھوپیار کے ایمان اغذیہ
ارشادات۔ قرآن و سنت
سے ہم آہنگ لیخن و نفیس
وضوح۔ سواد درود پے

محمد بن عبد الوہاب

ایک مظلوم اور بد نام مصلح کی مستند سوانح۔
مولانا مسعود عالم ندوی کے قلم سے۔
قیمت تین روپیے

مسئلہ سود

از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
سوار روپیہ

کرامات صحی احمد
از مولانا اشرف علی تھانوی
ڈیڑھ روپیہ

محاسنِ اسلام

اسلام کی خوبیوں پر مولانا اشرف علی کی ایمان
افسر و روز تقدیر
صرف ڈیڑھ روپیہ

مکتبہ
تجھی
دلوبند روپیہ

جناب اسعد گیلانی کی پاچ کتابیں

مولانا مودودی سے ملتے مجلد ۶۔

تصویریں تحریک اسلامی کا انقلابی پہلو = ۳/-

انتظار (جدید مضمایں) = ۱/-

کتاب انقلاب (۱) = ۱/-

صحیفہ ہمام بن منبیہ

حضرت ابو ہریرہؓ کا مرتب کرایا ہوا قدیم ترین جمیع
حدیث مع شریح۔ مکتوپات نبوی کے فوٹو بھی شامل

کتاب ہیں
قیمت سارے ہی تین روپے

ہنر و شان کی پہلی اسلامی تحریک
از مولانا مسعود عالم ندوی
ڈھانی روپے

مقالات شیخ العہد

دھی کی حقیقت اور ایمان و دیانت کے بایہی ربط
پر ایمان افرز گفتگو مشہور فضیل رحمان لامحمد الحسن
شیخ العہد کے قلم سے۔ ایک روپیہ۔

غلاف کعبہ کی زیارت میں کسی پد کی اجازت نہیں دیکھی ٹرینوں میں سفر کرنے والے کارکنوں کا بیان

غلاف کعبہ والی اسپیشل ٹرینوں میں جو کارکن زیارت کا انتظام کرتے
کے لئے لاہور سے کراچی گئے تھے انہوں نے اپنے آکر اپنے
دستخلوں سے حرب ذیل بیان اشاعت کے لئے دیا ہے ان کے نام
بیان کے آخریں دیئے گئے ہیں۔

حتی الامکان اکھیں خط ملٹا ہونے سے روکا جائے زیارت
اس طرح تنظیم سے کوئی جائے کہ حتی الامکان حداثات
روخانہ ہوتے پائیں۔

دوسرا ہدایہ دنوں پارٹیوں نے جن کے شرکاء اس بیان پر
دستخط کر رہے ہیں اپنی حداست اس طبقات تک ان پدیدايات
کی پوری طرح تعلیم کی ہے۔ مجموعی طور پر ہم لئے پشاور کوئی
ساندھ کی گاڑی کو سرم مقامات پر ٹھہرانا تھا لیکن پہلک
کے اصرار پر مزید ۹۸ مقامات پر ٹھہرنا کوئی خانیوال ملتان
جید آباد کی گاڑی کو سرم مقامات پر ٹھہرنا پڑا۔ لیکن ہم کوہے
مقامات پر ٹھہرنا یہا۔

(۱) مجموعی طور پر پشاور ملتان جید آباد کی ٹرین پر ہذا
افراد نے زیارت کی خانیوال ملتان جید آباد کی ٹرین پر ہذا
افراد نے زیارت کی۔ اس طرح مغربی پاکستان میں ایک
کروڑ ۶۰۰ لاکھ ۳۷۳ سو افراد نے زیارت غلاف کعبہ سے اپنی
آنکھوں کو ٹھہنڈا کیا۔ بعض مقامات پر دو دین لاکھ زائرین
تھے اور یہ اجتماعات ہمارے اندازے بلکہ ہمارے تصور
سے بھی زیاد تھے اور اتنے بڑے مجموعوں کو نظرل کرنا ہمارے
ہم میں تھا۔ نہ مقامی پولیس اور رضا کاروں کے میں مخالفین
اس کے باوجود یہ غلاف کعبہ کا احترام اور الشفافی کے ذکر کی

مور خضر ۲۴ مارچ ستائیں کو ہم لوگ غلاف کعبہ کی دڑ
اسپیشل ٹرینیں لے کر لاہور، اسٹین سے روانہ ہوئے پہلی
ٹرین لاہور، راٹے ونڈ، ملتان خانیوال سے کراچی پہنچی
اور دوسری ٹرین لاہور، پشاور، کوئٹہ ہوتی ہوئی کراچی پہنچی
ہم یادہ یادہ ریلوے اسکاؤنٹ کے افراد اور تین تین
سوں ڈیفنس کے افراد ان پارٹیوں میں مشریک تھے اور
ہمارے ساتھ تین تین کارکن جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے
تھے۔

(۲) دو انکی سے قبل ہم لوگوں کو جو ہدایات دی گئی تھیں وہ
یہ تینیں (الف) زائرین کو اللہ اکبر اور مکر طبقہ کے ذکر کی
تلقین کی جائے اور کوئی شیش کی جائے کہ لوگ اللہ کے
ذکر میں مشغول ہو جائیں کہ کوئی دوسری آدا بلند نہ ہو (ب)
خائز ہر ادفات پر جماعت ادا کی جائیں (ج) زائرین کو
ہر طرح کی مشرکات باتوں سے روکا جائے اور تلقین کی
جائے کہ وہ غلاف کو دیکھ کر اللہ کا ذکر کریں۔ اور عالمگیری
کو ہم جن گھر کا غلاف دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم خود
اس گھر کی زیارت نقیب فرمائے۔ اللہ سے توبہ کریں اور
اپنے گناہوں کی معافی کے لئے درخواست کویں (د) عورتوں
اور مردوں کے لئے الگ الگ انتظامات لئے جائیں اور

سے مبلغ تین ہزار سو روپے پہنچنے آئے۔ کل پانچ ہزار تین سو اناسی را روپے سو ایکابر آئے جمع ہوئے۔ یہ رقم ہم تے لاہور پہنچ کر آن صدافت کے سلسلے میں جماعت اسلامی کے بیت المال کو دیدی ہے جو ان دونوں اپیشل ٹرینز کے انتظامات کے سلسلے میں کرنے پڑے۔

اسماعیل کارگنان

مرزا ممتاز بیگ۔ محمد عمر۔ محمد خالد اختر۔ نذیراحمد۔ محمد ساجد۔ شوکت علی تامسی۔ امان اللہ رائے کھوڈ۔ محمد اشرف۔ سید نعیم الرحمن۔ عبدالحیمد بھٹی۔ محمد سعید۔ ذہ الفقار علی۔ محمد جہان۔ غلام قادر۔ جاوید احمد بیٹ۔ محمد صدیق۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ دین رشیق۔ معراج دین۔ بشیر احمد۔ محمد ارشاد۔ نند محمد۔ محمد زبیر۔ چودھری عبدالحکیم الدافت۔ منظہر حسین۔ بشیر حسین۔ محمد ایاس مفتق۔

عقاید | اخلاقی موضوعات اور علوم القوف پر
اشاہ اسماعیل شہین کی مشہور کتاب
ترجمہ از مولانا مظرا حسن گیلانی، قیمت سارے
درس روپے۔

زبدۃ المذاکر | حج اور احکام حج پرمفصل مدلل
کتاب۔ مصنف۔ استاذ الاسمادہ
مولانا شیخ احمد گنگوہی۔ پیدا ہجدة آٹھ روپے
حقوق الاسلام | اپنے وقت کے زبردست عالم فاخی
شمار انشد پانی پتی کی مفید ترین
تصنیف جس میں تیا یا گیا ہے کہ اسلام کی روپے
کس پر کس کا کیا حق ہے۔ اللہ ر رسول، صحابہ، علماء
والدین، اقریاء، حاکم، شوہر، بیوی، اولاد، پڑو دسی
غرض ہر ایک کے حقوق کی تفصیل۔ رسالت صالحہ، مزامیر
بھی شامل کتاب ہے۔ ارد و ترجمہ عام فہم۔

قیمت محدث دو روپے

فتوری الحیب | شیخ عبید القادر جیلانیؒ کے مقلاط کا
کتاب۔ پر از خود ایسا کرتے رہے ہم دوران سفر پری رقم
کا حساب کرتے رہے ہیں۔ چھاپہ پشاور کی فرین سے مبلغ
۴۷۸۹ روپے ناسی روپے دس آنے تین پائی۔ اور ملتان فرین

برکت کتنی کہ زیادہ سے زیادہ ممکن نظم کے ساتھ بگوئے
تیار کی۔ ہر جگہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے رہے اور کلمہ اور
درود شریف کا درود کرتے رہے بہت ہی کم ایسا اتفاق
ہوا کہ ہمارے درستین کرنے کے باوجود بعض افراد
سے کوئی ایسا کام کیا ہو جیسے شریف اورست نہیں کہا جاسکتا
(۴) ہم نے ہر جگہ عورتوں اور مردوں کے الگ الگ تقاضا مات
کئے تھے اور ان کے مجھے الگ الگ رہے اگر کسی جگہ
ہماری تمام کوششوں کے باوجود عورتوں اور مردوں کے مجھے
کتوڑ سے بہت خلط ملط ملط ہوئے تو یہ مجموع کی گذشت کا نتیجہ
تھا نہ کسی کے تسلیم کا۔
جبکہ ہم نے دیکھا کہ عورتیں اور مرد خلط ملط تھے دہلی
ہم نے زیادت بند کر دی۔

(۵) اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا فضل ہے کہ اتنے بڑے
مجموعوں میں کہیں کسی کی جیب نہیں کی۔ کوئی غنڈہ گردی
کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ لوگوں پر بخششت مجموعی ایسا خوف
خدا اور ادب، احترام طاری رہا کہ اس سے پہلے کسی بھی
ہماری آنکھوں نے مسلمانوں کے بڑے بڑے بڑے مجموعوں میں
نہیں دیکھا۔ ہم نے اس سفر سے بہت گہرا ناٹھیا ہے۔
مسلمانوں میں ایسی دیگر روح پائی جاتی ہے جس سے ہمارے
اپنے ایمان تازہ ہو گئے ہیں افسوس ہے کہ بعض مقامات
پر مجموعوں کی بیٹھتا گذشت کے باعث لوگوں کے زخم ہوتے
اور ایک آدم جگہ پر اموات ہونے کے حداثات پیش آتے
جیکا ہمیں دلی افسوس ہے بیکن یہ کسی کی غفلت اور ستہل
کا نتیجہ دیتے یہ لکھے یہ پناہ اور دہام کے نتیجہ تھے اور ایسے
بڑے بڑے مجموعوں میں ایسے دا فقات کا پیش جانا کوئی
بھی یاد نہیں ہے۔

(۶) لوگوں کو اس بات سے منع کریا گیا کہ وہ غلاف پر پیسے
پھینکیں۔ لیکن بہت سے مقامات پر لوگ زطا عقیدت
کی بناء پر از خود ایسا کرتے رہے ہم دوران سفر پری رقم
کا حساب کرتے رہے ہیں۔ چھاپہ پشاور کی فرین سے مبلغ
۴۷۸۹ روپے ناسی روپے دس آنے تین پائی۔ اور ملتان فرین

بھلی کی ڈاک

اس شسم کے سوالات آتے دن غیر اسلام والے بھی کرتے رہتے ہیں لیکن اس کا پورا منصب توڑ جواب آج تک نظر میں نہیں گزرا۔

ابجواٹ:-

سانتس آج اتنی ترقی کر چکی ہے کہ ریلوے انجن کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی پھر بھی آپ اس کے کل پر زد کے باقی میں صرف ایسے ہی لوگوں کو انہمار خجال کا اہل قرار دئے سکتے ہیں جو اس کی ساخت، اس کی سامنس، اس کے میکرزم سے واقف ہوں۔ ایک عام آدمی اگر اجنب پر نظر ڈال کر لکھنے لگے کہ اس کا خلاں پر زدہ ٹھیک نہیں کیونکہ وہ بغا عذت کل لمبا ہے اور خلاں پر زدہ نہایت غیر میوزوں سے کیونکہ اس میں دنارے نظر آتے ہیں تو آپ ہنس دیں گے اور آپ کی راستے یقیناً یہی ہو گی کہ یہ شخص یا واحح ہے یا سخرہ۔

جب ایک معنوی سی ایجاد کا یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ ویڈیو، ٹیلی ویژن، رائکٹ اور بر قی دماغ جیسی ترقی یافتہ ایجادوں کے بارے میں تو اور بھی ضروری ہو گا کہ انہمار پر کا حق صرف اُن لوگوں کو ہو جو ماہر فن ہوں۔ سامنس اُن ہیوں تجربہ کار ہوں۔

اس طرح دنیا کے ہر عالم و فن کا معاملہ ہے یہاں تک کہ مٹی کے برتن بنانے احتیٰ پڑتی کرنے اور جاتا کا بھتھنگ کے معنوں فتوں میں بھی لفڑیواد جو کئے کا حق صرف ایسے ہی لوگوں کو پہنچتا ہے تھوں نے ان فتوں کو سمجھا ہوا درستی کی سخت تجربات کے حراصل سے بھی گزرے ہوں۔

اسلام اور علامی

سوال:- نام ندارد۔ خریداری ۶۵۸۔ لاڑکانہ (پاک)

گذشتہ رات ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اسلامی مساوات پر باتیں پڑھ رہی تھیں ایک شخص نے علامی کے متے کو پھیلا اور سوال کیا کہ دین اسلام نے سود کو حرم ٹھیرا یا شراب کے پینے کو بھی منع کیا۔ تکس بیٹھوں کو زمین میں زندہ گاؤٹنے سے بھی وہ کا اور بہت سی خسرا بیویوں کو دور کیا۔ لیکن مسلمانوں کو انسانیات کی خوبی درخت اور بیوی پار کرنے سے کیوں منع نہیں کیا؟ اور انسانوں کو بھیط بکریوں کی طرح بیچنا اور خریدنا کیوں جائز رکھا؟ اسلام تو آیا ہی اس داسٹے خاکہ اللہ کے بندوں کو غیر کی علامی سے آزاد کرائے اور اُسے اپنا پیدائشی حق آزادی دلوائے نہ کر اُسے اور زیادہ بندھوں میں جکڑے۔ کہتے ہیں اسلام نے مساوات فائم کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن اپنا ہوتا کہاں ہے۔

الان پیدائشی آزاد ہے پھر اس کو کسی جیلے یا بردستی سے اُس کی مرضی کے خلاف اپنا خلام بنتا کر رکھنا اُس کے جذبات سے کھلنا اُس سے طرح طرح کی خرافات لیتا، اُس کی کمائی پر لبرادفات کرنا پھر اُسے دوسرا جگہ بیچنا، اُس کا بیوی پار کرنا، فائدہ اٹھانا اسلام نے کیوں جائز رکھا؟ حاضرین میں سے بعض تو خاموش رہے اور بعض نے اپنے اپنے خیال اور سمجھی کے مطابق جوابات دیتے لیکن کوئی بھی سوال کرنے والے کو ایسا جواب نہ دے سکا جس سے اُس کی تسلی ہو جاتی۔

خصوصاً مواجبہ مسلمان ہی ہیں یعنی اسلام کو ارشاد کا نازل فرمودہ دین بھجتے ہیں اور رسالت پر ان کا ایمان ہے تو اور بھی زیادہ یہ کامش ان کے اندر پیدا ہونی چاہئے تھی کہ جس قانون کو ان کی سطحی نظر مکرر سمجھدہ ہی ہے وہ آخر ارشاد اور اسکے رسولؐ نے کس لئے جزو و مشرعت بنایا ہے۔

مگر زمانے کی بہادر عالم روشن کے مطابق انہوں نے تحقیق اور عرق ریزی کی زحمت اٹھائے بغیر آپس میں نہ صرف تبادلہ خیال مشروع کر دیا بلکہ ایسے نتائج تک بھی پہنچ گئے جنہیں پہلے سے بلکہ لفظوں میں طفلانہ کہا جاسکتا ہے۔

درصل جن بعض مسائل کو اسلام کی حریف قوموں نے اسلام کے خلاف حریب کے طور پر استعمال کیا ہے ان میں یہ علمی کا مسئلہ بھی ہے۔ اگر غلط تعلیم اور فاسد تربیت نے مسلمانوں کے اندر جہالت و ضلالت کی تحریم ریزی نہ کر دی ہوتی تو وہ اسلام کے قانون علمی پر شرمسار ہونے کے عومن خرخ سے گردن اوچی کر کے کہ سکتے تھے کہ ہاں جن مخصوص حالات میں اسلام نے علمی کا قانون نافذ کیا ہے ان حالات میں دینی کا کوئی بہتر سے بہتر قانون بھی اس سے بڑھ کا نہیں دوستی، اصلاح اور عدل کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔ لیکن اذہان و قلوب جب مرعوب تھیں تو چکے ہوں اور مغربی مملع کاریوں کی چمکت مٹے نظر دوں کو خیر کر دیا ہو تو باطل کا ہر پر و پیکنڈ کامیاب ہونا ہی چاہئے۔ قصور غیر وہ کا نہیں اپنوں ہی کا ہے۔ غیر تو خیری ہیں مگر دری ہماری ہے کہ اسی سے دشمنوں کا نرم چارہ بن جلتے ہیں۔

دوستو! پہلے تو اس پر غور کرو کہ اسلام کا قانون علمی کوئی عام ننانوں نہیں ہے۔ بلکہ خاص الخاص قانون ہے جو تعدد من شرائط کے ساتھ مخصوص حالات میں روپ کار آتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دینی کے ہر دستور میں ایک باب ہنگامی حالات کا بھی ضرور ہر آرتائے ہے۔ اس باب میں جو قوانین ہوتے ہیں وہ خاص نوعیت رکھتے ہیں۔ بہترے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ آزادی اور جمہوریت کے نیزائی اخیں عدم

جب دنیاوی علوم و فنون کا یہ معاملہ ہے تو علم دین اور آئین شریعت کا معاملہ تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر ہم ناچاہتے۔ ایک شخص اگر تر آن ورثت پر ایمان رکھنے کے باوجود اسلام کے کسی قانون کے متعلق بدگانی یا شک میں بتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ بدگانی کا اٹھار کرنے یا ذہنی طور پر اس پر نہیں سے قبل پیدا ہوئے کی جو جدوجہد کرے کہ اسی نوں کی صحیح نوعیت ہے کیا۔ یہ کن مصالح کی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ اس کے قیود و شرائط کیا ہیں۔ اس کے منافع اور مضرات میں کیا نسبت ہے؟

لیکن ہمارے زمانے میں یہ بات عام ہو گئی ہے کہ ادنیٰ سی زحمت تحقیق آٹھاٹے بغیر لوگ بڑے بڑے مسائل پر بے مساواز بانکھ لئے ہیں اور جو جی چاہتے کہتے چلے جاتے ہیں۔ مخصوصاً مذہبی بارے میں تو امان بالکل اٹھاٹی ہے۔ جسے دیکھو مغربی فنکاروں کی دیسیکاری کا شکار ہو کر بر ملا اُن دینی قوتوں پر نہ صرف اٹھار خیال کرتا جلا جاتا ہے بلکہ طبعی فیصلے دیتا جلا جاتا ہے جن کے بارے میں اس کی واقعیت صفر سے زیادہ نہیں۔ تعلیم پائی مغربی نوع کی درسگاہوں میں۔ تربیت ملی ایسے ماحول میں جہاں سوائے مادہ پرستی اور دنیا سازی کے کچھ نہ تھا۔ ذہن کا سانچا تیار ہوا اسلام دشمن پر و پیکنٹے کے اینٹ گارے سے اور اب وہ لفڑی کر رہا ہے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی قیامت پر سیودے کے جو از پر تیسم پرستے کی وراثت پر۔ ناج گھانے کی افادیت پر۔

یہ تہبید سوال سے غیر متعلق ہے۔ تعلق بالکل ظاہر ہے کہ محترم سائل اور ان کے دوستوں نے اس کی ضرورت نہیں بھیجی کہ اسلام کے قانون علمی پر نفرت اور کراچت سے لبریز راستے ظاہر کرنے سے پہلے وہ یہ زحمت تحقیق آٹھاٹیں کہ یہ قانون اصل میں ہے کیا۔ یہ کن حالات میں کن قیود و شرائط کے ساتھ نافذ ہوتا ہے۔ اس میں کن مصالح کو شریعت نے ملحوظ رکھا ہے اور اس کی جو قیامت اخیں محسوس ہو رہی ہے وہ محسن و مصالح کے تناسب کی رو سے کیا درج رکھتی ہے

نہایت دور زمان اور دقیق تشریفات و مضررات کو لحاظ رکھتے ہوئے اپنے درجے کے ارباب داشت وضع کریں ان پر چند نظائر ہری اور فتنہ بی تباہ کے اعتبار سے جررح و قدر جنمانا ایسا ہی ہے جیسے چند پودے جلس جانے پر کوئی شخص دس کریں کہ سورج بنانے والے کو سورج کی گنجی اور تمازج پیچمہ رکھنی چاہئے تھی۔ اتنی زیادہ حرارت رکھ کر اسے غلطی کی۔

تیسرا مرحلے میں یہ خور کر کر کہ تو انہیں کا جو ہری تعلق ان اقدار سے ہوا کرتا ہے جن کی حفاظت قانون سازوں کو مطلوب ہے۔ ایک حکومت اگر اخلاقی قدریں کے مقابلے میں مادی قدروں کو زیادہ اہمیت دیتی ہے تو اس کے تو انہیں بھی اسی ذہنی بناء پرستیں گے، لیکن جو حکومت اخلاقی اقیار کو طڑھ چڑھ کر انتہت دیتی ہے وہ ہر قانون میں اخلاقی افادیت کو مقدم رکھنے کی چیز ہے مادی اعتبار سے لفظیان ہی پڑھ جائے۔

پھر اخلاق کا مفہوم بھی جدا جدید ہے۔ ایک قوم کے یہاں یہ بات بھی منحصر اخلاق کے ہے کہ ہماری میراث عورت کا بوسہ لیں اور کلب گھر میں کوئی ہزارب خورت ناج کی درخواست کرے تیردا سے قبول کرے مگر دوسری قوم کے یہاں اجنبی عورت سے ملننا جتنا اور اس کے جسم کو ہاتھ لکھنا تک بدل اخلاقی میں داخل ہے لہذا یہ ذہنی فرق لا زما قانون میں بھی کافر رہو کر رہے گا تم دیکھتے ہی ہو کہ اسلام زنا پر کتنی سخت سزا معین گرتا ہے جب کہ دوسروں کے یہاں زنا کرے کوئی جرم ہی نہیں۔

جو تھام مرحلے میں یہ خور کر کر کیا کسی خاص الخاص قانون کو فراز ارادتیتے کے لئے صرف اتنی می بات کافی ہو سکتی ہے کہ نسلی قانون سے نادائقف اور متعلقہ مسائل کی نزاکتوں سے بے خبر ایک ادنی سطحی سے بسط العیسی کی فیض نصرت کا احساس کرے اور اسی کی بنیاد پر قطعی فصل دیئے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ الیامگان کرنا پرے سرمه لہذا رانی ہوگی۔ دنیا میں کوئی چیز ہے جس میں اس کے ساتھ اور لفظ

حالات میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ قرد کی آزادی کو محروم کر کرے اور حکمران طبقے کو غیر معمولی اختیارات عطا کر رہے ہیں، لیکن ہنگامی حالات میں اٹھیں بخشی کو ارالیسا چالائے کیونکہ جب تسلیم شدن سے جنگ اور ملاکِ قوم کے تحفظ کا درپیش ہوتا تھا مخصوص و انہیں کا سہارا لینا ناگزیر ہو جایا کرتا ہے۔

اس لحاظ سے اگر اسلام بھی ہنگامی حالات کے لئے اپنے عام قوانین سے جدا کچھ تو انہیں رکھتا ہے تو اس میں اعتراض کی کیا نجاشش ہو سکتی ہے۔

دوسرے مرحلے میں اس پر خور کر کر قانون کا معاملہ کچھ بخوبی کا حلیل نہیں ہے۔ قانون کا حال یہ ہے کہ دیا انی یا وجود اداری کا میک معمولی سامعاملہ آپر ہے تو ہم میں کا قابل سے قابل آدمی بھی دوڑا دوڑا اوکیل اور ایڈ و کیپٹ کی خدمت میں جاتا ہے اور پھر عدالت میں وکلام قانون کی تھیوں پر ایسی طولانی اور پچھیدہ گفتگو میں کرتے ہیں کہ ہمارے پلے کچھ بھی نہیں ٹرتا۔

یہ حال جب معمولی قوانین کا ہے تو ان قوانین کا کیا حال ہو گا جو بہت خاص اور صبر آزم حالات کے لئے بنائے گئے ہیں۔ جنگ بھائی خدا یک فن اور نہایت طویل الذیں ہے۔ کب نس طرح کی جنگ پیش آجائے اور ملکت قوم کو کس نوع کے علاالت سے لگز رہنا پڑے یہ سمجھنا ہر کہ وہ کے بیں کاروگ نہیں۔ پھر جنگ کے اثرات سیاست، معیشت، منزلي زندگی، تجارت و صنعت، تعلم، اخلاق اور دینگر شعبہ ہے زندگی پر کیا طریقیں گے اسکا ادراک و شعور تو اور بھی کارے دارد ہے۔ ان گیناگوں اور سچے درج نز اکتوں کو بہت ہی خاص صلاحیتوں کے لوگ سمجھ سکتے ہیں اور ہمیں اس کے اہل ہیں کہ ملک و قوم کو ان نز اکتوں سے بچرہ دخیل نکالنے کے لئے خاص خاص قاعدے اور قانون بنائیں۔ اب ظاہر ہے کہ ان کے وضع کرہ وہ قوانین پر کوئی انتظامی آدمی نہایت سچی طریقے پر رائے زنی کرنے لگے تو اس کی جرم و قبح کا کیا وزن ہو سکتا ہے۔ جو قوانین

قیدی نور اعلام بن۔ لگتے اور جس سپاہی یا افسر کا جی چاہئے ان میں سے خردروں کو من مانی خدمات پر لگاتے اور عورتوں کی نیزین کو جو چاہئے کرتا رہے۔ لیکن فی الحقیقت الیسا نہیں ہے یہ کاری گیری تو نام نہاد ہذب اقوام ہی کو زیب دیتی ہے کہ زبانی قوبہت شریف بنویں کی عمل یہ ہو کہ جب بھی حریف پر قابو چلے ہر فوجی بلاتماں زنا کاری کا اونچے سے اونچا ریکارڈ فاقم کرتا چلا جاتے اور ذرہ برا بر ذمہ داریں قبول کئے بغیر جی بھر کے داد عیش دے مسلمانوں کے ہاتھ آئے ہوئے فیدی دوسرا مال غنیمت کی طرح ایک امانت ہوتے ہیں جنہر قوتِ حاکم کے باقاعدہ فحصیلوں کے بغیر سپاہیوں کے لئے کوئی بھی من مانصرفت جائز نہیں ہوتا۔ یہ تین ہزار قیدی جن کی

ہم نے مثال دی انسانی رحم و رعايت کے تمام اوصاف کیسا تھے

امانت رکھے جاتیں گے اور حکومت پوری طرح سوچ تجوہ کو فحیلہ

کرے گی کہ ان کا کیا کیا جاتے۔

مان لو تبادلہ کا معاملہ طے ہو جاتا ہے تو قیدیوں کا تبادلہ کو کیا جاتے ہوا اور کمال یہ ہے کہ اس صورت میں قلن عورتوں کے شیشہ عصمت پر بال بھی نہیں آتے گا جیسیں انہیں نہیں کہے عرض تبادلے کی خاطر قدر کھا گیا ہے۔ تبادلہ اگر برابر ہو اے ہے تو اب ایک ہزار قیدی مسلمانوں کے اس بچتے ہیں ان کے بارے میں بھی اسلام کا یہ فحیلہ نہیں کہ انھیں لازماً لو نڈی علام بنالو۔ وہ اجازت دیتا ہے کہ فریدہ (مالی معافی) لیکر چھوڑ دے۔ یہ بھی اجازت دیتا ہے کہ الگ ان سے ملک ملت کو شدید فحصان کا خطرہ ہو یا ان کے ذاتی جرائم ثابت ہوں تو قتل کر دو۔

لیکن اسلامی قانون کوئی معین حکم اس لئے نہیں دیتا کہ احوال کے اختلاف سے مصالح مختلف ہو سکتے ہیں۔ جیسے مصالح ہیں ان ہی کے مطابق حکومت عمل کی مجاز ہے۔ فرض کرو ان سے کوئی خاص خطہ نہیں، اہنہ انھیں لو نڈی علام بنالا بغیر محض قیدی کی حیثیت سے بھی رضا جا سکتا ہے تاکہ آئندہ الگ دشمن کچھ اور مسلمانوں کو گرفتار کر لے تو تبادلے کی بجائش باقی رہے۔

کے ساختہ فحصان کا گئی نہ کوئی بہلہ یہ جو جد نہ ہے۔ صحیح فحصیلہ شد کے لئے ضروری ہے کہ گھرے نگروں تاہل۔ کے ساختہ تمام اچھے اور بے پہلوؤں کو مشغیر کھا جاتے پھر اچھائی اور یہ اپنی کاتانا قائم کیا جاتے۔ اس کے بعد ہی جزو غالباً بے اعتبار سے فحصہ دیا جاتے کہ وہ شے اچھی ہے یا بُری۔ تم دیکھتے ہو کہ تشریف اور تمار کا اللہ نے حرم ام کیا ہے لیکن ساختہ ہی یہ بھی مصروف نادیا ہے کہ ان میں بظاہر کچھ منافع بھی ہیں۔ اس سے یہی سبق دینا تم طلب ہے کہ کسی شے کے محسن ظاہری و قریبی پہلوؤں پر فحصہ درت دینے لگو بلکہ غلبے کو دیکھو۔ غلبہ الگ حی السن کا ہر قو وہ شے اچھی قرار پائے گی اور معاملہ اس کے بر عکس ہوتو تشریف اور تمار کی طرح اسے منوع طبیر ایسیں گے۔

یہ اصول آسے آفیصلہ کر دیتا ہے کہ کسی قانون کے صحیح یا غلط ہونے پر گفتگو ہی لوگ کر سکتے ہیں جتنا ان کے تمام فحصات سے باخبر اور متعلقہ مسائل سے داتفاق ہونے کے سلاواہ منافع اور فحصات میں تناسب قائم کرنے کی بھی اہمیت رکھتے ہوں۔ یہ بات انتہائی نامعقول ہو گی کہ میں یا تم تاذن کی ہمارا ٹیوں میں اُترے بغیر فقط اپنے سرسری مطلع ہو اور اس سس تذریکی بیان دیتے بظہر جائیں حالانکہ میں ان حالات کی ٹو ناگوں پیچہ رکھیوں کا کوئی انداز نہ ہو جن کے لئے کوئی قانون وضع کیا گیا ہے۔

یہ چار فکری مرحلے ہیں جن سے گزرنے کے بعد تم خود ہی محسوس کر لیو گے کہ ”غلائی“ جیسے خاص الحال منسلک پر اظہار راستے کرنے کے لئے محسن سطحی مطالعہ اور چلتا ہوا انداز تعمیر کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ ہمارے لئے بہت دشوار ہے کہ ان جی ود فحصات میں سیر حال بحث کر سکیں تاہم ایک مثال سے کچھ سمجھانے کی سعی کرتے ہیں۔

نہیں کہ مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو رہی ہے تائج گزناگوں نکل سکتے ہیں۔ مان لو دو ہزار مسلمان کافروں نے گرفتار کر لئے اور تین ہزار کافر مسلمانوں کی قید میں آئے۔ اب تم تو نا، افیمت کے باعث یہ قبور رکھتے ہو کہ تیمین ہزار

ہیتے ہیں مگر فی الحقیقت اس سے بہتر اور مبنی بر الفصاف
راہ ان حالات میں کوئی نہیں۔

نام نہاد ہزارب اقوام کا طلاقیہ تو یہ ہے کہ اس طرح
کے حالات میں قیدیوں کے کمپ بنادیتے ہیں اور بظاہر تو
حکومت ان کے اخراجات برداشت کرتی ہے مگر عمل لایہ
ہوتا ہے کہ ان کے اجسام ہر کروڑ مہر کی چر اگاہ بن جاتے ہیں،
اور ایسے یکوں کی تعداد روز افراد ہوتی چلی جاتی ہے جنکا
دنی کی نظر میں کوئی بآپ نہیں ہوتا۔

مگر اسلام ان گھنڈائی ریا کاریوں کا تحمل نہیں کر سکتا
وہ حکومت مسلم کو آٹو رد دیتا ہے کہ جب قیدیوں کا مستلم
کسی اور طرح حل ہو رہا ہو تو اپنیں ہر راہ چلتے کا چارہ بنادیتے
کے عوض مختلف افراد کے سپرد کر دیتا کہ افراتفری بھی نہ
پھیلے۔ لا اور شنیچے بھی کیڑے مکروہوں کی طرح ریگتے نہ
پھریں۔ یہ ظلم بھی نہ ہو کہ فناخ قوم کے جس فرد کا جی جا ہے
قیمتی خردوں کو ٹھوکر بار کر سمجھا کر میں لگادے اور عورتوں کو
بلاؤ کی ذمہ داری قبول کئے عیش کا ذریعہ بنالے۔

مغرب زدگی کی رو میں بہت سے پڑھنے لکھ مسلمان
تک اس پرناک بھیوں چڑھاتے ہیں کہ لوڈیوں سے بانکا
محبت جائز رکھی گئی ہے۔ بلکہ بعض کاریگروں نے تقریباً
حدیث کو برمی طرح توڑ مرور کریے بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ
لوڈیوں سے صحبت کا جواز مولیوں نے نکال لیا ہے ورنہ اللہ
اور رسولؐ سے جائز تقریر نہیں دیتے۔ لیکن یہ مخفی غربت دیگی
ہے اور پچھے نہیں۔ احقیقوں کی سمجھیں یہ نہیں آتا کہ جن اللہ کے

حکم سے ایک مردوزن صرف زبانی قتل و قرارست میسان
بیوی بن جاتے ہیں اور مباشرت حلال ہو جاتی ہے اسی لئے
کہ حکم سے ایک لوڈی حلال کیوں نہیں ہو سکتی۔ صحبت بیوی
سے ہو یاد اشتبہ سے عمل ایک ہی ہے، لیکن یہی صورت میں
وہ فقط اسی لئے تو حلال ہے کہ اللہ نے اس کو حلال رکھا ہے
اور دوسرا صورت میں اسی لئے تو حرام ہے کہ اللہ نے حرمت
کا فیصلہ فرایا ہے۔ پھر لوڈی سے صحبت کرنے میں وہ کوئی تحریک
تابحت داخل ہو گئی جس پر مغرب کے نازک مزاں کا لیکھ مندو

لیکن در حق کرد ہنگ ختم ہو جاتی ہے مسلمان جبکہ
جانے ہیں۔ اب وہ قیدیوں کا کیا کریں؟ یوہی آزاد کریتے
ہیں تو اس میں متعارض مقابحتیں ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ (پنی فہ)
یہیں واپس ہو کر پھر سے جنگ کی آگ بھڑکاتیں۔ یا زمانہ
اسی ری میں جو معلومات انھیں مدداؤں کے باہمے میں حاصل
ہوئی ہیں وہ اینی قوم تک پہنچا دیں اور اس طرح کمی ایسی باتیں
دشمن کے ہاتھ لگ جاتیں جو فوجی، رازیٰ حیثیت رکھتی ہوں۔
اپنی قوم میں جانے کے بجائے دہ مسلمانوں ہی کے ملک میں
رہیں تب بھی انذیرہ ہے کہ سازش کا جاہل پھیلایتیں، انتقامی
ریشہ دوانیاں کریں۔ کفر و زندگی کو اشاعت دیں۔

علاوہ اذیں معاشری مسئلہ ہے۔ وہ آخر کس طرح گذا رہا
کریں گے۔ عورتوں کا معاملہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے، ان
میں سے نہ جانے کتنی توبیوہ ہو چکی ہیں۔ نہ جانے کتنی کمزوری
ہیں۔ نہ جانے کتنی ایسی ہیں جن کے شوہر اگرچہ جنگ میں ہرے
نہیں بلکہ قیدی بن کر ان کے ساتھ بھی تھیں اُن۔ اب ان
عورتوں کو اگر ہلکی مدت مسلمہ یوں ہی آزاد کر دیتی ہے تو ظاہر تر
ہے کہ معاشرے میں اخلاقی انار کی اور بیدکاری کا راستہ
کھل جائے گا۔ ان میں سے بہت سی خود ہی طوال قفت بخایمنی،
بہت سی باجرہ ہوس کا نشانہ بنالی جائیں گی اور اسی ہر صورت
میں ان کا کوئی حق کسی پر نہ ہو گا زمانی اُن اولادیں کسی سے
منسوب ہو سکیں گی۔ کسی کے پاس حشم عبرت ہو تو ماضی قریب
کی دو "ہذب" جنکوں کے حالات ملاحظہ کرے۔ خیر سے
اکیلے جاپان میں ساٹھ لاٹھا ایسے بچوں کا شارکیا گیا تھا جن کا
کوئی بآپ نہ تھا۔

لیکن اسلام اس فحاشی کو برداشت نہیں کر سکتا اسکے
نہ دیک بدرکاری بدترین جرم ہے اور معاشرے کو خشکاری
سے پاک رکھنا اجم ترین مقصد۔ لہذا ایسے حالات میں جبکہ
چہاد میں ہاتھ آتے ہوئے قدری مردوزن کا مسئلہ اخلاق، کہ
اہم تر قدروں کو خطرے میں ڈالے بغیر حل نہ ہو سکتا ہے وہ
ایک نہایت مغدر اور منصفانہ را ہے کہ تاریخ جسے گھنکر
لوگ تو غلامی جیسے الفاظ سے مطعون کرے کیسا ہی گھناؤ ناقہ؟

بشو ق اختیار کرتے تھے۔ یہاں گھنائش نہیں کہ تم مزید تفصیل میں جاتیں بس مشورہ ہی دین چے کہ مسلمانوں کے غلاموں کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جاتے معلوم ہو جائے گا کہ یہ علامی کبھی مبارک تھی اور مسلمانوں کے غلام عیش دراحت اور عزت و نسلت کی کن کن بلندیوں تک پہنچے ہیں۔

رہایہ کہنا کہ اب اسلامی تعلیمات پر عمل کون کرتا ہے یا کسی خاص زمانے میں مسلمانوں نے اپنے غلاموں سے اچھا سلیک نہیں کیا تو اس سے اسلام پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ آج سر طرف رشوت کی قسم بازاری ہے۔ جیسا کہ اور میرا تباہ عام ہیں تو کیا اس کا الزام قانون کو دو گے؟

یہ کہنا کہ اسلام کے درمیں مساوات پر عمل کیاں ہوتا ہے تو اول قریب قول ہی خلاف واقع ہے۔ قرن اول میں جب اسلامی آئین پرشیاں شان عمل کیا گیا تھا مساوات اور حسن سلوک کے ایسے ایسے بنے شمار و اتفاقات ملتے ہیں کہ غلاموں کی قدرت پر آج کے آزادوں کو رشک آتا ہے۔ غلاموں کے ساتھ جب مسلمانوں نے اسلامی مذاہیت کے مطابق سلوک کیا ہے تو بدست بدتر دشمنوں کا کوڑھوت شکایت زبان پر لانے کی جگات نہیں ہوتی ہے۔

دوسرا سے اس قول کو اگر امشعری میں مطابق واقع ہے ہی مان لیا جائے کہ قرن اولیٰ کے بعد غلاموں کے ساتھ مسلمانوں کا اظرِ عمل بدل گیا اور رفتہ رفتہ اس حنگی قانون کو غلط مقاصد کی تھیں کا ذریعہ بنالیا گیا تو ہم عرض کریں گے کہ اس میں قانون کا کیا تصور۔ ایک اسی قانون کے معاملے میں نہیں اسلام کے دیگر قوانین کے باب میں بھی مسلمان بہت پچھیدے لئے چلے گئے ہیں مگر یہ ایسا ہی ہے جیسے آج رشوت بدکاری، سیاہ بازاری وغیرہ عام ہیں تو کیا اس عملی فساد کے باعث خود تو انہیں کو ناقص و فاسد کہا جائے گا۔ اگر بدترین قسم کی بلیک مارکیٹ عام ہوتی ہے تو کیا آپ یوں کہہ سکیں گے کہ خرید و فروخت ہی کو جرم قرار دیدیا جائے کیونکہ اسی بیان قانون کا سہارا الیکر بلیک مارکیٹ کا راستہ کھولا گیا ہے۔ اگر ایں نہیں

آتائے جب کاس کا جواز خود خالق کا منات نے تجویز کر دیا ہے ذرا صوچ۔ کیا یہ صورت بہتر ہے تی کہ جہاد میں ہاتھ آتی ہوئی عورتیں ذمہ نہ کر دیں مکردوں کے تاک ان کی کفالت کریں اور معاشرت کو حرام قرار دیدیا جائے تاکم جو یہ چھپے بدکاری ہو اکرے اور پسدا ہونے والی مثل حراجی کہلائے یا یہ صورت بہتر ہے کہ مکردوں کے لئے ان سے معاشرت جائز ہو اور اس کے بدلے ان پر ان عورتوں کے اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کے حقوق بھی لازم ہو جائیں معاشر میں یہ نچی تیزم دلادارث نہ پھریں اور عورتوں کے باسے میں سوائے آقا کے کسی کو دست درازی کی مجال نہ ہو۔

یہ تو تھی لوئندی غلام بنانے کی صورت، لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ اس صورت کو اسلام نے محض ایک ہنگامی صورت حال کا علاج تصویر کیا ہے نہ کہ استقل پسندیدہ فعل۔ چنانچہ ترغیب اور قانون، رونوں کے ذریعے ایسی بہت راہیں ہوئی گئیں کہ جب جہاد منقطع ہو جاتے تو غلامی بھی کم سے کم تر ہوتی چل جاتے۔ مختلف خطاؤں کے کفار میں غلام آزاد کرنا تجویز کیا گیا۔ مکاتبہ کا قانون رکھا کہ غلام مرد کھوکھی کی کر کے خود کو آزاد کر لیں۔ مدد بر بنانے کی تلقین کی تھی کہ جس میں آقا کی موت کے بعد غلام خود بخود آزاد ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے معاملہ میں اس سے زیادہ رعایت کیا ہو گی کہ جس لوئندی کے مالک سے بچہ پسدا ہو جاتے وہ فروخت نہیں کی جا سکتی نہ کسی کو تحفہ دی جا سکتی ہے۔ پھر آقا کی موت کے بعد وہ خود بخود آزاد بھی ہو جائے گی۔

علاوہ ازیں اسلامی قانون نے غلاموں کے ساتھ جس سلوک کی تعلیم دی ہے وہ سلوک تو ایسا ہے کہ تم اپنے ملائموں سے بھی اس سے بدتر ہی سلوک کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمان مسلمان تھے تو ان کے غلام آزادی کی خواہش رکھنے کی بجائے اس کے تصور نہ کیا پہنچتے تھے اور جب بھی ایسا موقع آتا تھا کہ آزادی اور غلامی کا اختیار ان کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو غلامی ہی کو

ہم ان سے عرض کریں گے کہ یہ شک آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے لیکن کیا آپ نہیں دیکھتے کہ چور کو جیل بیس لانا اور قاتل کو چھانٹی چڑھانا عین الصاف قرار دیا جاتا ہے۔ اب اگر ایک شخص زبان درازی پر ہی آتے تو وہ جیلوں کے دروازوں اور چھانٹیوں کے تختوں کے قریب ہٹھا ہو کر اسی طرح کی کمی تقریریں جھاڑ سکتا ہے جیسی محترم معتبر ضم نے کی ہے۔

اسلام بے شک انسان کو حق انسانیت دلانے اور جیتنے کا دھنگ سکھانے آیا تھا، لیکن جو لوگ امن و انسانیت کا یہ پیغام قبول کرنے کے عوض مسلمانوں کو تباہ و بر باد کرنے چڑھ آئے ہوں اور آبروریزی سے لیکر قتل و غارت تک ہر ظلم و تشدد مسلمانوں کے لئے روا رکھا ہو کیا ان کے باشے میں مسلمانوں کو انسان سماجی حق نہیں کہ الگ ان میں سے کچھ پر وہ دور ان چیزوں میں قابو پالیں تو ان پر اخھیں حاکما نہ اقتضد اور تصرف حاصل ہو جاتے حالانکہ اس اقدار کے بد لے وہ کچھ ذمہ داریاں بھی اپنے سرے دے ہے ہیں اور کسی شکم کے بغیر انسانی اور اسلامیانہ سلوك کا حق اخھیں نہیں دیا گیا ہے۔ ان کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ پیٹ بھر کھاتیں اور لوہنڈی علام بھوکے رہیں۔ یہ بھی جائز نہیں کہ وہ لوہنڈی علاموں سے انکی متوسط وقت اور معمول سکت سے بڑھ کر مشقت لیں۔ الگ محترم معتبر صاحب پیدائشی حق آزادی کا مطلب یہ یہ ہے ہیں کہ کسی بھی حال میں انسانی آزادی پر کچھ پابندیاں عاتی کرنا درست نہیں تو قانون تکنوں کو سزا نہیں دینا اور قاتلوں کو دار پر لٹکانا بھی یقیناً ظلم قرار ہاتے گا۔ دنیا کی بہترین سے بہترین حکومت بھی فقط ان لوگوں کو آزاد پڑھ دیتی ہے جو قانون کا احترام کریں۔ فساد و بغاوت سے کنارہ کش رہیں اور ملک و قوم کے اہم ترین مفاداٹ کے لئے خطرہ نہ بنیں، لیکن جو لوگ اس کے بر عکس ہوں انھیں پابندیوں میں جلوٹنا اور جرائم کے مطابق سزا نہیں دینا تو مسلم طور پر عدل قstrar پا گا ہے حالانکہ دیکھ لیجئے وہ آزادی یہاں بھی باقی نہیں رہیں جس کا نہ رہنا علامی کی صورت میں محل اعتراض ہے۔

کچھ سکیں گے۔ اور ہرگز نہیں کہ سکیں گے تو یہ کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ جو نکہ کچھ لوگوں نے قانون علامی سے ناجائز فایروں اٹھایا اس لئے اس قانون ہی کو سرسے سے مسترد کر دیا جائے معاملہ اگر انسانی قانون کا ہوتا تو انسانوں کو اس استرد کا بھی حق تھا مگر یہ تو معاملہ اللہ کے قانون کا ہے اور اس کی کوئی تھارنٹی نہیں ہے کہ مسلمان اور کفار کے درمیان اب کبھی تہادہ نہ پڑھا لہذا اس کو استحقاق ہے کہ اللہ کے فیصلوں کو مسترد کر سکے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ اللہ کے دین میں یہ خوف دخود را تی اختیار کرنا اور حساب آخرت کے خوف سے بے نیاز ہو کر اُن قرائیں پر ناک بھوؤں چڑھانا جھیں اللہ اور اس کے رسول نے صریح و حکم طور پر جزیرہ و شریعت بنا دیا ہے انتہائی خطرناک بات ہے جس کے نتیجے میں آخرت کا انتہائی ہولناک حسابہ میشیں اُمکتا ہے۔

محترم معتبر نے اسلام کے قانون علامی کو جس انداز تعبیر سے بھیانک اور مکروہ شکل میں پیش کیا ہے ہمیں ان کا کچھ زیادہ قصور نہیں یہ زمانہ ہی لفاظی اور سخن سازی کا ہے۔

کون نہیں دیکھتا کہ ناج رنگ، عریانی و فحاشی، سود، قمار اور مغربی تہذیب و تمدن کی تاریخی غلطیت کو طاہر دیا کیزہ ثابت کرنے کے لئے لفظوں کے کیسے ہیر پھیر جل سکتے ہیں۔ ثقافتی سرگرمیاں۔ تہذیبی ارتقایا، آزادی و جمہوریت، کلچرل ترقی و غیرہ ذلک اور اسلامی افتخار و تصویرات کی تفعیلیک و تھیر کے لئے وجہت پسندی دیکھاوسیدت، ملائیت، تنگ نظری، جہالت، قدمت پرستی اور حشیں جیسی اصطلاحات کی کی ہیں۔ حقائق کچھ بھی ہوں مگر آج کی دنیا مخصوص اسالیب، فقط پرایہ بیان اور صرف الفاظ کی، ہمیا پھیری سے زمین و آسمان میں ڈنکا بجا تے ہوئے ہے۔ سائل اس وبا سے سکوم نہ ہوئے تو تعجب تھا ہو گئے تو کوئی حیرت نہیں۔

غلام خواہ کچھ زیادہ مقام اور پار سانہ ہوتا ہم اُس کو بھی ہتھیں کی ترقی میں کسی حد تک ضرور دھل ہوتا ہے۔ ہم غلامی کے رواج کا خاتمہ سکتے ہیں لیکن ہم کو نہ چاہئے کہ عہدگذشتہ کے رواج غلامی کو قطعی طور پر بُرا کہیں اور اس کو بالکل ہی نہ موم تسدادیں۔

ہر برٹ اپیسر نے اپنی کتاب "اصول معاشیات" میں صفائی کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ:-

"غلامی کے بغیر یاست کا مرحلہ تکمیل کو ہٹھیں بھیج مکتا" "منہب و اخلاق کی انسانیکو سٹیا" میں گیا ہوں جلد میں مطر البرٹ۔ این گلیریشن غلامی کے مسئلہ پر اتفاق و بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اگر غلامی کو اس نظر سے دیکھا جاتے کہہ قتل کرنے کا عرض اور بدالی ہے تو صرف یہی ایک حیثیت اس بات کی دلیل ہے کہ غلامی اخلاقی ترقی کی طرف ایک پیش قدمی ہے"۔

(یہ اقتباسات الیقثی فی الاعلام مرد اسلام میں غلامی کی حقیقت) سے لئے گئے۔

ذینکے کا مسئلہ

سوال ۱۔۔۔ از سید آمیل۔ حیدر آباد۔

ذینکہ جائز سے سعلق آئے دن شنیتے خیالات کا انہار ہوتا ہتھیں۔ بعض لوگوں کا خالی تھے کہ ہر جا فور پر خواہ دسی نوبیت کا ہو۔ سماں اللہ اکبر کے ذریعے ذبح کیا تو حلال ہو جاتا ہے۔ مثلاً من درمیں دیوی دیوتا کے سامنے کائی کسی پریاہی کے مزار کے سامنے کایا چوری کا ہو حلال کرنے والا اسلام ہو یا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، اُس کا ذبح اکابر کی وجہ سے حلال ہو جاتا ہے۔

براؤ کرم احکام ائمہ و شریعت محمدی کے لحاظ سے کون سازیجہ اور کس کے باختکا حلال و حرام ہو جاتا ہے؟ ہمراحت ایسا فرمایا جاتے تو مناسب ہو گا۔

معلوم ہوا کہ آزادی کا استحقاق بھی بعض بشر اٹکا پا بند ہے یہ نہیں کہ کوئی کچھ کرتا پھرے مگر اسے پیدا کشی آزادی سے نوازا جاتا رہے۔

درس عمرت کے طور پر ہم بعض ایسے مغربی اہل علم کے اقتباسات پر جواب ختم کرتے ہیں جنہوں نے کچھ دیر کے لئے تعصباً کو بالائے طاق رکھ کر غلامی کے مسئلے پر تدبیر کیا اور پھر اپنے خیالات کو تحریری شکل میں پیش کر دیا۔

اسٹڈی آف سویشیاوجی میں صفحہ ۲۵۳ پر ہر برٹ اپیسر کہتے ہیں:-

"تسلیم کریں بالکل ملک ہے کہ جب ایک فرق نے تسلط داقدار کے پادھدا پنڈتیوں کو مہم کرنا شروع ہوتے جاتے اپنا غلام بنالیا ہے تو ان کو زندہ چھوڑ دیا ہی ترقی کی طرف ایک قدم ہے۔ غلامی خواہ لکھی ہی بُری ہو تو اسی دہ اضافی طور پر ہی سب سے زیادہ قابل عمل ثابت ہوتی ہے۔"

سلیوری ان دی رومن امپائر کے مقدمے میں صفحہ ۱۶ پر لارڈ ایکٹن رقہ طراز ہیں:-

"بعض اقتباسات حالات ہی ایسے روشن ہوتے ہیں کہ اُن کے پیش نظریہ کہنا مناسب نہیں ہوتا کہ غلامی بذات خود آزادی کی منزل کا ایک مرحلہ ہے۔"

"روم ان امپائر میں غلامی" نامی کتاب میں صہرا آر ایکشن پارک نے غلامی کے مسئلہ پر فصیلی بحث کی ہے۔ اسکے دلیل میں انعام گیا ہے۔

"غلامی ایک ایسا الفظ ہے جو سنتے ہی کائنات کو برالگنا

ہے اس الفظ کے کام میں پڑتے ہیں مگر انبار زخیرہ کی جھنکار کرڑوں کی چٹاخ پیٹاں اور ظالم علمبرداری کی جنگ پکار کا تصور تمام ہو جاتا ہے۔ غلامی کو عموماً اُس کے مرضے پہلوؤں کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ لیکن الگ تھیقتوں کی جانبے تو اس میں کوئی شہنشہ نہیں رہتا کہ

آجکل بہت سے عیسائی اور یہودی بس نسل و قوم کے اعتبار سے نام کی حد تک اہل کتاب رہ گئے ہیں ورنہ مذہب کے انکا عقیدہ اُٹھ رکا ہے اور دہریت والحاد پر مثال ہو چکے ہیں۔ ان کا بھی تسبیح جائز نہیں ہے چالہے ذبح کرتے وقت وہ اللہ الکبیر کی پوری تسبیح ہی کیوں نہ پڑھ ڈالیں۔

بعض حقیقین نے تو یہ بھی قیسِ لگانی ہے کہ جو یہودی حضرت عزیز علیہ السلام کو اور جو نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں وہ بھی مشترکین ہی کے زمرے میں شامل ہیں، ان کا ذیبح حلال نہیں ہو سکتا۔

تاتھم چونکہ تر آن وحدت میں اس کی صراحت نہیں ہے اس لئے آخری رعایت یہی دی جاسکتی ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے بیگڑے ہوئے دین پر ہی فاعم ہوں تب بھی ان کا ذیبح حلال مان لیا جائے، لیکن اگر مخدود ہو چکے ہیں تو فقط نام کے عیسائی یا یہودی ہونے سے ذیبح حلال نہیں ہو گا۔

یہ ہیں احکام قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق۔ یہ لوگ ان سے مختلف ہاتھیں ہائے ہیں ان کی پیروی نہ کی جائے یہ زمانہ تو خصوصیت سے اس احتیاط کا مقاضی ہے کہ بہت معتبر علماء سے سلسلے پوچھ جائیں۔ ہر لبی دار (رض) اور صوفیانہ لباس و اسے کو عالم نہ مان لیا جائے۔ آج کل ذہنی بگردی اور منکری مگر ابھی بہت عام ہے۔ الهم احفظنا۔

ذکوٰۃ اور دنیاوی ادائے

سوال: ازا ابوالکاظم حمزہ حنفی قاسمی۔ مالیگاؤں۔
ہمارے یہاں شہر میں ایک ادارہ ہے جو تقریباً آج سے چھ سال قبل چند بیو جو نوں کی کاوش سے قائم ہوا ہے اسکے قیام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ شہر کے جو طلبہ بلا تفریق قوم و ملت پر اغتری یا سرکاری یا کسی انگریزی اسکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور غربت و افلوس کی وجہ سے ان والدین تعلیم کے اخراجات کے خود کفیل نہیں بن سکتے ان کی امداد کرتا ہے اور تقریباً تمام ضروریات و اخراجات پرداشت کرتا ہے، لیکن باسیں ہمہ اس ادارہ نے آمدی اور فرماہی مال کا

اجواب ۲:-

جن خیالات کا آپنے ذکر فرمایا ہے یا تو کسی جاہل ملطخ کے پرستہ ہیں یا پھر ایسے عالم کے جس کی عقل ماری گئی ہو۔ معمولی علم و عقل کا مسلمان بھی جانتا ہے کہ کسی عمل کے اسلامی تینیت سے سخن ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ دہ صورۃ بھی اسلامی بدایات کے مطابق ہو دوسری یہ کہ اس کے عقب میں حق پرستی کا جذبہ کام کر رہا ہو۔ ان میں سے ایک شرط بھی غائب ہو گئی تو عمل بیکار ہو۔ کم سے کم اخنوی تینیت سے اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو گی۔

کسی ذیبح کے حلال ہونے کی شرط جو یہ رطی گئی کہ اسے اللہ الکبیر کہہ کر ذبح کیا جاتے تو اس کا نشانہ صرف یہ ہے کہ جو نیت اور جذبہ اس قدر بانی کے تسبیح کام کر رہا ہے وہ لفظوں میں بھی ظاہر ہو جاتے۔ اب اگر کوئی شخص نیت تو پر رکھتا ہے کہ جو جانور وہ ذبح کر رہا ہے اس کی قدر بانی سے اسے اللہ کے سو اکسی اور پیر مرشد، دیوی دلیلتا وغیرہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو فقط زبان سے اللہ اکبر کہہ دینا صرف بے معنی ہو گا بلکہ منافقت قرار پائے گا اور قوایت پر عذاب ملیگا۔ اس کے بخلاف اگر نیت تو اللہ ہمی کے لئے ذبح کرنے کی ہو مگر مقام ذبح کسی دیوی دلیلتا کا استھان یا کسی ولی کا همراہ ہوتا ہے بھی اس ذیبح کے حلال نہیں کہیں گے چاہے ذبح کر نہیں، نہ پھر لوگوں کی پوری قوت سے اللہ اکبر کا نام رہا ہو۔ یہاں نیت ٹھیک ہے مگر عمل کی صورت اسلامی ہدایات کے خلاف ہے ابہا اسی نیت کی بجائے صورت کا اعتبار ہو گا۔

خوب سمجھ لیجئے مشترکین کا ذیبح تو کسی طرح جائز نہیں چاہے انھوں نے اللہ ہمی کے نام پر ذبح کیا ہو۔ اہل کتاب کافر و ملک کا ذیبح جائز ہے لیکن میں تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ ذبح کا طلاقہ اسلامی بدایات کے خلاف نہ ہو، جیسے کہ آج کل بلا دمغہ میں مسیئن وغیرہ سے جائز ذبح کئے جاتے ہیں۔ یہ ذیبح حلال نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ ثابت طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ جائز الرشاد کے سو اکسی اور کے نام پر ذبح نہیں کیا جا رہا۔ تیسرا یہ کہ اہل کتاب دائمی اپنے مذہب پر قائم ہوں۔ یہ نہیں کر سکیے

دوسرا بات یہ سمجھ لیتے کی ہے کہ کافانا بجا ناخیر اسلامی امور میں سے ہے جو لوگ اس کی پروانہیں کرتے کہ اپنے مقام مدد حاصل کرنے کے لئے وسائل بھی پاک اور حلال ہونے چاہتیں وہ الگ قرآنی تعلیم کا مدد سمجھی گئیں تو یہ کام دینی ہیں ہو گا دنیادی ہو گا۔ جس ادارے کا آئے ذکر کیا وہ فطحی دنیاوی نویعت کا ہے۔ اسے اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ اسکو لوں میں کس شم کی تعلیم دی جائی ہے۔ اس کی بلا سے وہاں شرکت ہو زندگہ اور خدا افراد میں ہی کا زہر کیوں نہ پلایا جا رہا ہو مگر وہ تصریح اس دنیاوی مقصد سے کہ قوم تکنیک پڑھ لے کر دو دیسے کمانے کے قابل ہو جائیں اور جہا کا لازم ان پر نہ آئے غربی لوگوں کی مالی مدد کر رہا ہے۔ اس خدمت کا کوئی بینادی تعلق دین سے نہیں۔ اس طرح کی ذمی خدمات تو تمام مشرک و کافر اقوام بھی کہتی ہیں اور ہم سے بڑھ پڑھ کر کرتی ہیں۔ اس کی اساس فقط مادہ پرستی اور دنیاداری پر ہے۔ یہ اساس جو ہری اعتبار سے اسلامی طرز فکر کی حریف اور خدا پرستی کی دھمن ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسی لئے اس ادارے کو ذرائع کے حلال و حرام ہونے سے کوئی بحث نہیں ہے بلکہ لگانے بجائے اور ناج رنگ سے روپیہ کمانے میں کوشش ہے۔ اس واضح صورت حال کے باوجود الگ کوئی مسلمان مال نزکۃ اور حرم قدر بانی اسے دیتا ہے تو سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یا تو وہ عقل سے عاری ہے یا جالت کا شکار ہے۔

ہم سمجھتے ہیں یہ ادارہ خود بھی اس کا مدعی نہ ہو گا کہ وہ رضائی آہمی کی خاطر جدوجہد کر رہا ہے پھر بھلاں لوگوں کی نا بھی میں کیا شک ہو سکتا ہے جو اپنا مال نزکۃ اسکے حوالے کر دیں۔ نزکۃ ایک عبادت ہے۔ اس کے مقابلہ مشریع نے میں فرمادیتے ہیں۔ اس نوع کے ادارے تو کسی طرح بھی نزکۃ کے اہل نہیں۔ جو انہیں نزکۃ دیکر یہ سمجھ کر ذمہ داری سے بری ہو گیا وہ اس نادان شخص کے مانند ہو گا جس نے اپنا مال کنوں میں خدیک دیا اور یہ امید باندھ کر بیٹھا کر کنوں سے اس کا مال نفع لیکر برآمد ہو گا۔

جذب ریع احتیا کیا ہے وہ بظاہر نامہ اس ب اور شرعی تقاضہ کے بالکل خلاف ہے۔ مثال کے طور پر سیکھیت پر و گرام ڈائی کی خفیلیں مکشی اور تو ای کامقا بلہ وغیرہ، ان پر و گراموں سے جو آمدی آتی ہے اس کو تعلیم اور طلبہ پر صرف کرتے ہیں۔ کیا ایسے ادارے مسلمانوں کی نزکۃ، صدقات، عطا یا اور چشم قربانی وغیرہ کے سخت ہیں؟ اور کیا ایسے اداروں کی نزکۃ، عطا یا صدقات، الفطر وغیرہ سے امداد کرنے والوں کی نزکۃ ادا ہو جاتے ہیں؟ اپنی الگ شرعاً روایت کو باق رکھتے ہوئے ہر سال کی طرح اس سال بھی انعامی مفت بلکی کارروائیاں بہت پہنچتی ہیں جس میں بیڈری، سائیکل، سلو کی مشین وغیرہ بطور انعام رکھی گئی ہیں امید کہ آپ تفصیل کے ساتھ اس مسئلے کی مشرعی حیثیت پر کلام فرمائیں۔

ایجادت :-

پہلی بات تو یہ اچھی طرح سمجھ لئی جائیں کہ صدقات داجبہ — نزکۃ اور فطرہ وغیرہ — حقیقی مسلک کی اروتے کسی مدیر سے کو دیدری نہ سے ادا نہیں ہوتی، چاہے وہ خاص دینی ہی تعلیم کا مدیر سے کیوں نہ ہو۔ یہ ادا کی اسی صورت میں شرعی جواز حاصل کر سکتی ہے جب کہ پوری طرح یا طینان حاصل ہو جاتے کہ صدقات کی رقم ضرورت من طلباء اور ذائقی ضروریات پر صرف ہوگی۔ اس معاملے میں ضروریات کا دائرہ اسی سے ہے کہ استاد و نکی تجوہ یا مکروں کی تعیر وغیرہ میں بھی مال نزکۃ کا صرف کرنا جائز سمجھو لیا جاتے۔ امراضی مسلسلہ میں جو بھی اخراجات ہوں گے وہ الگ کوچ بالا سلطنت مقصود تعلیم ہی کے مقدرات ولو ازانات ہیں اور ان کا فائدہ طلباء ہی کو پہنچ کا لیکن انہیں نزکۃ کا مصروف نہیں مانا گیا۔

جب صورت مسئلہ یہ ہو تو اسی ایسی درس گاہ کو مال نزکۃ دیدنا کیسے درست ہو سکتی ہے جس سے بالائے میں نہ توہ طہ ہو گد وہاں خالصہ دینی تعلیم دی جائے گی نہ اس کی کوئی تقبیح۔ ہیکر رقم کو طلباء اور ذائقی ضروریات پر خرچ کیا جائے گا۔

حوالہ کا خلاصہ یہ کہ اس طرح کے اداروں کی صداقت واجہہ اداگرنا صدقات کو خاتم کر دیتی ہے۔ بلکہ شاید عذاب مزید کا باعث ہو گیونکہ غیر اسلامی ذراائع سے دولت علمائیوں کی مدد کر رہا بھاگے تو مستقبل گناہ ہے، پچھا نیکہ ذکر کے پاکیزہ مال سے مادر کی جاتے۔

لیکن اگر اس ادارے کی طرف سے زکوہ اور چشم تربیاز کے لئے اپنی شائع ہوتی ہیں تو اس کی قباحت دو ہری ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس نے آمدنی کے حرام ذراائع اختیار کئے ہیں وہ سے یہ کہ ایک خالصتہ دنیاوی کام کو دینی کام باور کرنا اچھا ہے بر طبع جسارت اور گمراہی کی بات ہے۔

امام احمد بن حنبل [مصنفہ:- استاد ابو زہرہ -]
ترجمہ:- عزیز فاروق ایم - اے

قیمت روپے

اشراف الجواب [مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف سے بعض سوالوں کے اہم جواب -]

مکمل دو حصے سارٹھے چار روپے -

القاموس الحجید [ایک شیعی الشان اردو عربی واکشنری بیشتر اندو الفاظ کے عربی مترافات کے علاوہ اس میں ضریب لاشال مجاہدات اور زبان کے نئے تغیرات کا لاحاظہ رکھا گیا ہے۔ ضروری مقامات پر تھا ویر کے ذریعہ ہفتہ کو واضح کیا گیا ہے۔ معین، بیش قیمت اور جیل القدر عربی سیکھنے والوں کے لئے خاص تھے۔ قیمت سات روپے

حیات اور اخراج الحمد [مولانا ابو رضا شاہ صاحب محققہ مکمل تذکرہ۔ آپ کے علمی کمالات کا نقش جملی قیمت چار روپے

نهاج العابدین [امام غزالیؒ کی سب سے آخر مری

کی تعلیمات کا خلاصہ اور تصوف کا پیغام ہے۔ مجلد آٹھ روپے

التشبیہ فی الاسلام [اخیرو ام کی مشاہیرت کو اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے۔ مکمل سارٹھے چار پی

آیتیتہ نماز [اسلام کی تفعیلیں مع مسائل ضروریہ۔ قیمت دیڑھ روپیہ

ملکیتہ تخلی [دیوبند دیوبندی]

فارسان کا توحید [مکمل صفحات کا یہ نمبر یا صحنی قریب میں بڑی شہرت پا چکا ہے۔ اب پھر شائع کیا گیا ہے۔ بدعت وزندق کے رد اور مندست کے اثاثات میں بے نظیر چیز ہے۔ جو ٹھیکہ علماء کے مضامین سے مزدوجہ سارٹھے چار روپے (مجلد چھروپے) شاگین فوراً طلب کریں ورنہ پھر ہمیں کی طرح قسم ہو جاتے گا اور فرمائشیں بیکار کریں پڑیں گی۔

باندیوں کا مستلم (اللہ را التھیمین) [اجداد میں اتحاد کو باندی بنانکر رکھنے کی دینی و علمی حیثیت۔ کتاب میں مصنف کا ایک خط اور مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب بھی شامل ہے۔ طبقہ وہ معمتنانی حکیم ابوالنصر فارابیؒ کے علم فضل آن فارابیؒ کی سوائی اور کمالات، تحریر فلسفة مدنظر کے مفصل مکمل حالات۔ قیمت پونے دروپے۔

محمد رسول اللہ [مشہور مصری مصنف توفیق الحکمر اندرازیں لکھی ہوئی حضور مسیح سیرت مقدسہ بے حد لمحہ پ اور پیکیف۔ قیمت پانچ روپے۔

ابو بکر صدیق [مصنفہ:- محمد حسین بیکل۔ ترجمہ:- شیخ حمادہ بانی پیشی۔

عقل رضم [مصنفہ:- محمد حسین بیکل۔ ترجمہ:- حبیب اشعر۔ روپے

علام فاروق [اسلام کے عظیم مجاہد حضرت خالد بن ولید کی سوائی۔ سواد روپے۔

● پنجی باتیں:- ازمولانا عبدالمadjد ریاضی۔ تین روپے ۲۰ پیسے۔ خالص اشرف السوانح۔ مولانا اشرف علیؒ تھانویؒ کے حالات و سیرت

اس کی تاریخ اور شرعی حیثیت کے متعلق شبہات کا زال

انہم اور اس کی ثابتیت اور زیارت میں شرک کا شایدہ
ہے یہ غلط فہمیاں پختوں کے واقعیت کی کمی کے باعث تو گوں میں
پھیلی ہوئی ہیں اس نے سب سے پہلے ہم ان کو رفع کر دیجئے۔

بیہ بدر عکت نہیں کسی فعل کے متعلق جب معتبر و متد
ذرائع سے ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلیم نے خود کیا ہے۔ یادہ آپ کے سامنے ہوا ہے
اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے، تو اس کے بارے
میں یہ گمان کرنے کی کوئی بحاجت نہیں رہتی کہ وہ بادرت ہے
کعبہ کے متقلی یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ
فتح مکہ سے پہلے جبکہ یہ گھر کفار فریش کی توبیت میں بھا
اس پر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اور فتح مکہ کے بعد جب وہ حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توبیت میں آیا تو نہ هرف یہ کہ آپ
نے اسے یا قی رکھا، بلکہ غلاف چڑھا نے کے طریق پر
خود عمل کیا۔ اور غلاف چڑھانے کے اس فعل کا ذکر کو عظیم و مکریم
کے ساتھ فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ
”رمضان کے درز سے رض ہونے سے پہلے مسلمان یوم عاشورہ
(دارحرم) کا روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ وہ دن تھا جب خانہ
کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا ॥ ریخاری تتاب (۱۷)

اور حضرت عبد الدین مسعود بیہری کے حالات بیان
کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”میں خانہ کعبہ کے پردہ میں چھپا ہوا تھا کہ تین آدمی
آئے ایک تبیلہ ثقیف کا تھا اور دو اس کے قریشی داماد تھے
تیزون بڑے موٹے تازے تھے مگر عقل دفهم سے عاری۔
اٹھوں تھے آپس میں کچھ باتیں کیں۔ پھر ایک نے کہا۔ کہا کے

غلافت کعیم

اس سال ایک مدت درہز کے بعد پاکستان کو غلاف
کعبہ تیار کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس سے
پہلے ۴۶ھ صد دہشت (۱۹۷۱ء) میں ایک مرتبہ اس ملک سے
غلافت بناؤ کر بھیجا گیا تھا اور ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۴ء تک ہندو پاکستان
کے لوگوں کو اس خدمت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔
اس کے بعد اب یہ تسلیم و قوع ہے کہ اس ملک کے لوگ یہ
سعادت حاصل کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس پر مسلمان
پاکستان میں عام جوش مرتبت پایا جاتا ہے۔

شرعی حیثیت

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خانہ
کعبہ وہ غلاف ہے جو اب سے چار سو سال پہلے الشتعلی کے جلیل
القدر پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحزادے
حضرت اسماعیل عليه السلام نے ملکہ تعمیر کی تھی اور یہ بات بھی
قرآن میں بصراحت اشارہ ہوئی ہے کہ الشتعلی نے اسکو
اپنا لکھر قرار دیا اور ہمیشہ کے لئے قبلہ اہل توحید بنادیا یہ ابو
توہی شک و شبہ سے بالاتر ہیں اسکے ان پر کسی بحث و
تفکوک حاجت نہیں۔ البتہ یہ بات عام طور پر لوگوں کو معصوم
نہیں ہے کہ اس پر غلاف چڑھانے کی شرعی حیثیت کیا
ہے اور اس میں کیا حکمت لمحو ظرکھی گئی ہے بعض لوگ یہ
گمان کرتے ہیں کہ یہ کوئی بدرعت ہے جو یورپ کے کسی زمانے
میں شروع ہوئی ہے یہ خیالات بھی بعض دہنوں میں پائے
جائے ہیں کہ اس عمارت پر غلاف چڑھانا یہ جا اسراف
ہے کیوں نہ انتار و پیہ غریب انسانوں کی تین بوشیہ حرمت
کیا جائے۔ یہ شبہات بھی بعض حلقوں کی طرف سے ظاہر
کئے گئے ہیں کہ اس غلاف کے احترام اور اس کی ردا انگلی کے

سعد بن عبادہ نے ابوسفیان کو مخاطب کر کے ہوا۔ الیوم
یوہا المحمدہ الیوم سختل الکعبہ دآج تقل و خون کا دن
ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا) اس بیات کی شکایت
ابوسفیان نے جاکر بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی۔ اس پر حضور
نے منصر بیا۔

”سعد نے غلط کہا۔ بلکہ آج توہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ
کعیک عترت قائم فرمائے گا۔ اور وہ دن ہے جب کعبہ پر
غلاف پڑھایا جائے گا۔“ (ذی نبڈی۔ کتاب المخازی۔ فروہۃ الفتح)
آخری نظرے کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر
فتح الباری میں ہجیرہ فرماتے ہیں کہ :-

”اس ارشاد سے حدوڑ کا سطلہ یہ تھا کہ ہم کعبہ پر غلاف
چڑھائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔“

اور بیات صرف اتنی ہی نہیں ہے بلکہ حضور کا یہ ارشاد اس
حقیقت پر مکمل ہے لالت کرتا ہے کہ کعبہ پر غلاف چڑھاتا اس
کے قلمیں شے مقتصیات میں سے ہے اسی بنا پر علماء امت
اس کے حوالز پر متفق ہیں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں :-

”کعبہ کے لئے وہ قلمیں ہے جو دوسری مساجد کیلئے
نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ کو حمیرہ دبیا سے
ڈھانکنا جائز ہے مگر مساجد پر اس طرح کے پر دے
ڈھانکے کے حوالیں اختلاف ہے کعبہ کو دبیا کے غلاف کو
ڈھانکنے کے حوالز پر اجماع ہے۔“

فتح الباری۔ کتاب الحج۔ باب کسوہ الکعبہ

اویسی بات غلامہ بدر الدین عینی بھی ایک حدیث کی شرح
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

”اس میں غلاف کعبہ کے شروع ہوشیکی دلیل پائی جاتی
ہے۔“ (اعلما القاری۔ کتاب الحج۔ باب کسوہ الکعبہ)

اسراف بے جا کا شیبہ رہا یہ شیبہ کہ اس
میں بے جا اسراف ہے کہوں نہ یہی پڑا فریبیوں کی تن پوشنی پر
صرف کیا جائے تو اس کا جواب ہمیں اس واقعیں مل جاتا
ہے جو سخاری۔ این باجہ اور طبرانی نے نقل کیا ہے داقو

کیا خیال ہے یہ باتیں جو ہم نے کہا ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان
کو شن لیا ہے؟ دوسرے نے کہا میرا خیال ہے کہ جب
ہم زور سے بات کرتے ہیں تو اشراں کو شن پتا ہے اور
جب آہستہ یو تھے ہیں تو وہ اسے نہیں شنتا۔ تیرے نے
کہا۔ اگر وہ کچھ شنتا ہے تو پھر ساری باتیں شنتا ہے۔“

دمدنا حمد مردیات این مسعود

یہ دونوں روایات ظاہر کرتی ہیں کہ قبح مکہ میں پہلے اہل عرب
خانہ کعبہ پر غلاف پڑھایا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت
انس بن مالک کی حسب ذیل روایت ثابت کرتی ہے کہ بنی صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب کہ فتح کر دیا تو اپنے نے زمانہ جاہلیت کے
اس طبقے کو برقرار کھا۔ حالانکہ جاہلیت کی جتنی یادگاریں
اسلام کے خلاف ہیں ان کو اپنے نے بلا تاخیر مناد یا معا-

”بنی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور
آپ سر پر خود پہنچ ہوئے تھے۔ جب آپ نے
خود اتارا تو ایک شخص لے آ کروض کیا کہ این
حظ کعبہ کے پردوں سے پشاہرا ہے حضور نے
فرمایا سے تسلی کر دو۔“
دیکھو۔ کتاب المخازی ابو داؤد۔ کتاب الجہاد
شانی۔ کتاب الحج

اس روایت کی تائید حضرت سعد بن ابی دقادیں کی یہ روایت
کرتی ہے جو ان کے صاحبزادے حضرت مصعب بن سحد
نے نقل کی ہے۔

”جیب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے عام لوگوں کو ایمان دی۔ مگر چار مردوں اور دو عورتوں کے
تعلق فرمایا کہ ان کو قتل کر دو۔ خواہ وہ کعبہ کے پردوں ہی سے
چھٹے ہوئے ہوں۔“ (نسانی۔ کتاب سخیر الدم)

ان روایتوں کے باوجود یہ شبہ باتی رہ جاتا ہے کہ شاید
عنین فتح کے موقع پر حضور نے غلافت اترزا دیا ہو اور بعد
میں اس کو اترزادیا ہو۔ لیکن ایک دوسری روایت اس
شبہ کو فتح کرتی ہے اس میں حضرت مُرَدہ بن زبیر فتح مکہ
کا فخر بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ اس روز حضرت

شرک کا شہر

اس کے بعد یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے کہ کبھی پر غلط چڑھانا تو درست، مگر کیا وہ غلط جو کبھی کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ اس کا بھی سبق ہے کہ اس کا احرام کیا جائے اس کی زیارت اور مشایعوت کی جائے اور اسے بڑے اہتمام کے ساتھ روانہ کیا جائے؟

کیا ان افعال میں شرک نہیں پایا جاتا؟ یہ غلط آخر ایک کٹڑا ہی تو ہے عرض اس بنا پر کہ یہ کبھی پر چڑھانے کے لئے تیار کیا گیا ہے اس کی تعقیل تکریم کیسے جائز ہوگی؟ اس مسئلے کو صحیح کے لئے پہلا اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ خانہ کعبہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ پھر وہ کی ہوئی ایک عدالت ہے معاویۃ الشرود نہ خود خدا ہے نہ خداوندِ عالم اس میں رہتا ہے۔ مگر الشدائی نے اسے تمام دنیا کے اہل توحید کا قبلہ بنا دیا جبکہ طرف رخ کر کے ہر مومن قیام و قعود اور رکوع و سجود کرتا ہے وہ سے مقامات پر تو کعبہ سامنے نہیں ہوتا۔ لیکن مسجد حرام میں تو سب کی آنکھوں کے سامنے وہ موجود ہوتا ہے اور مسجد کے اندر پر طرف سے لوگ اسی کی طرف رخ کر کے ارکانِ نماز ادا کرتے ہیں جن میں رکوع بھی شامل ہے اور سجدة بھی۔ پھر رح و در عرب میں اس عمارت کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور پر طواف ایک ابتدا حجر اسود کو چوم کر جاتی ہے جو ظاہر ہے کہ ایک پھر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیا ان میں سے کسی فعل کو بھی شرک کہا جاستا ہے۔

کبھی کی مرکوزیت

حقیقت یہ ہے کہ الشدائی نے شرک کی جڑ کا شنس کے لئے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اٹھا بار عبودیت کی وجہ صورتیں دنیا میں پابی جاتی ہیں اور انسانی فطرت پر مستش کی جن جن شکلوں کا تقاضہ کرنی ہے ان سب کو ہر دوسری جگہ منوع نہیں کیا جایا اور صرف ایک خاذ کعبہ کو اپنا گھر قرار دیکر حکم دے دیا کہ ان سب صورتوں سے یہاں ہمارے حضور یہندی بجالا رہے۔ اپنے مسجد کے سامنے

یہ ہے کہ ایک صاحب ابو دائل۔ خاذ کعبہ کے کلید بیدار شیخ کے پاس کچھ روپے لے کر پہنچنے اور اس مقدس گھر کے لئے ہدیہ کے طور پر پیش کرنے۔ شیخ نے پوچھا۔ کیا یہ تم اپنی طرف سے ہے؟ ہے۔ یہ ہو۔ یہ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک اور شخص کا ہدیہ ہے جو اس نے پیرے سپر کیا تھا۔ سپر اپنا مال ہونا تو میں ہدیہ نہ کرتا۔ اس پر شیخ نے کہا جہاں تم پہنچے ہو اسی حجج دینی خانہ کعبہ کے اندر ایک خوفزدہ عرض پیش ہوتے تھے انہوں نے کہا میں کعبہ کے خزانے میں رتی پھر سو نادر چاندی بھی نہیں دوں گا۔ سب کچھ قفارہ مسلمین میں تقسیم کر دوں گا۔ میں نے کہا آپ کے دونوں پیشوں و دینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر (رض) نے تراویہ نہیں کیا تھا۔ حضرت عزیزؑ نے یہ شنکر کیا کہ دو تلقیناً راست رو لوگ تھے میں انہی کے نقش قدم پر چلوں گا۔

اسی سے بلتی جلتی ایک اور راست علیہ الرزاق نے حسن بھری سے نقل کی ہے کہ حضرت عزیزؑ کعبہ کے خزانے کو راوی خدا میں خرچ کرنے کا رادا رکھتے تھے حضرت ابی بن کوب کے سامنے اسکو نے اس خیال کا اٹھا کیا تو انہوں نے کہا آپ کو یہ کام کرنے کا حق ہیں ہے۔ حضرت عزیزؑ نے پوچھا یہ کیوں؟ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام پڑیوں اور نذر کے اموال کو جوں کا توں سنبھل دیا تھا جو زمانہ جاہلیت سے کعبہ کے خزانے میں چلے آرہے تھے۔

ایسا یہ ظاہر ہے کہ اگر سونے چاندی کے وہ فروض تک بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رہنے دیے جو خاذ کعبہ کے لئے زمانہ جاہلیت میں ہدیہ دئے گئے تھے۔ تو غلاف تبعید پر جو اس خرچ ہوتا ہے وہ اسراfat کی تعریف میں کیسکا سکتا ہے جو اس فعل ہی کی وجہ سے علماء اسلام میں بھی خاذ کعبہ کو ریشمی غلاف پہنانے کے جواز پر اختلاف نہیں ہوا۔ صحابہ و تابعین کے زمانے سے ریشمی غلاف پہنانے کیا یہ عمل چلا آ رہا ہے۔ اس مسئلے میں کسی کی اختلاف رائے سبقوں نہیں ہوئی۔

رکوع و سجود کرنا چاہتے ہو تو ان گھر کی طرف رخ کر کے جھکو اور کسی دوسری چیز کے آگے نہ جھلوک طوات کرنا چاہتے ہو تو یہ ہمارا ہگر ہے، اس کا طوات کرد۔ سی اور چیز کا طوات نہ کرو آستانہ پوسی کرنا چاہتے ہو تو جو جرا سود ہمارا منگ آستانہ ہے اسے چو مو اور کسی دوسرے آستانے کو نہ چو مو۔ میبود کی پوکھٹ سے چھٹ کر دھائیں کرنا چاہتے ہو تو یہ تزم ہماری چوکھٹ ہے اس سے پیٹو اور گڑگڑا کر دھائیں مانگو۔ تیرتھ یا ترا کرنا چاہتے ہو تو یہ تھارے لئے تیرتھ ہے اس کی زیارت کے لئے دنیا بھر کے کمچھ کھج کرآؤ اور ہر دوسرے تیرتھ کی یاتا چھڈو اپنے میبود کی بارگاہ پر چادریں چڑھانا چاہتے ہو تو یہ ہماری بارگاہ ہے، چاہرے چڑھائی کا جو جندی تھارے دل میں ہے بیباں چادری چڑھا کر اس کی شکلیں کرو اور پھر کسی دوسری جگہ چادری چڑھا چھو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں ایک گھر کو اپنی طرف نسبت خاص دیکھ پرستش کی آن ساری سکلوں کو جو مشکلین اپنے بناوٹی میبود دل کے لئے اختیار کرتے تھے ہر آستانے پر حرام کر دیا اور اپنے توحید کو حکم دیا کہ وہ ساری شکلیں ہمارے اس آستانے پر بریتی جائیں اور اسی جگہ کے لئے منفی میں یوں خانہ کعبہ کا حکم ہر دوسرے مقام سے مختلف ہو گیا ہے جو کچھ دوسری جگہ شرک ہے۔ وہ بیباں توحید ہے۔

ایسا ہمی معاملہ ان اشیاء کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر خاذ کعبہ میں پیش کرنے کے لئے جائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شاعت اشد خدا پرستی کی نشانیاں فراہدیا ہے اور ان کے احترام کا حکم دیا ہے۔

اے دو گو جو ایمان لاتے ہو، اللہ کے شوارٹ کو حلال نہ کرو۔ اور نہ ماہ حرام کو، اور نہ پدی کو اور نہ ان ہاروں کو جو ہدی کے گلے میں ٹکڑا نے جاتے ہیں اور نہ بیت الحرام کے وندرے سے سفر کرنے والوں کو دامہ ادا ماند۔ (۳) اور ترا بانی کے اذتوں کو ہم نے تھارے لئے شاعت اللہ میں سے قرار دیا ہے اور جو شخص شاعت اللہ کی تعلیم کرے تو یہ دنوں کے تقویٰ کی نشانی ہے (اللّٰہ رضی)

شاعت اللہ کی حیثیت

دیکھئے ماہ حرام کیا ہے؟ ہمیں
یہ سے ایک ہبہی ہے تو ہے مگر کبھی کی نسبت نہ اسے
شاعت اللہ میں داخل کر دیا۔ ہدی کے اہانتہ خجانوں کے
سو اور کیا ہیں؟ مگر چونکہ کبھی کی طرف نہ رکے طور پر لمحتے
جاتے ہیں اس لئے وہ بھی شاعت اللہ میں شمار ہو گئے۔ اپنی
ورب تدبیر نامنے میں ان اذتوں کے گلے میں جو توں کے پار
رشکاد ہے تھے تاکہ در دے ہی دیکھکر ہر شخص معلوم کرے
کہ یہ ہدی کے اہانت ہیں یہ ہماری بھی شاعت اللہ میں کئی نہ
انہیں اللہ کے گھر سے نسبت نصیب ہو گئی اب ان شاعت
کی تعلیم و تکریم ان اشیاء کی تعلیم و تکریم نہیں بلکہ اس نسبت
کی تعلیم و تکریم ہے جو اکھیں اللہ کے گھر سے حاصل ہو گئی
ہے ان کی تعلیم کو اللہ تعالیٰ اس یات کی علامت قرار دے
دیا ہے کہ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے دل میں تقویٰ ہے
اس کے بعد یہ بھی میں کیا مشکل ہے کہ جو کچھ اکھی پر غلاف
چڑھانے کے لئے تیار کیا جاتا ہے اس کا احترام بھی ایک
کچھ کا احترام نہیں بلکہ اس نسبت کا احترام ہے جو اسے
کبھی کے ساتھ حاصل ہو گئی ہے اسے دیکھنے کے لئے ہو
شخص ہی آتا ہے اسے اللہ کے گھر کی محیت گھنیخیل لاتی ہے
تکہ ایک کچھ کے کو دیکھنے کی خواہیں۔ اسے بیت اللہ
طرف بھیت کے لئے جو مشاعر کی جاتی ہے وہ اس شوق
کا ایک مظہر ہے جو مسلمان خود بیت اللہ کی زیارت کرے
لئے اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ اس حدتک جو کچھ کیا جائے
وہ تو شرک کی تعریف میں نہیں آتا۔ البتہ اس سے تجاوز کر کے
اگر کوئی شخص غلاف کو چو میں اور اس کا طوات کرے اور
لہ ہمیں اس ایک آیتم میں اختلاف ہے کسی شے کو اذر اعفیت د
محبت چوم لینا ہمارے نزدیک ایسا فعل نہیں ہے جس پر بدعوت یا
معصیت کا اطلاق ہو سکے اسے بدعت اسی صورت میں تراوید یا جائی
ہے کہ اسے میولنا بایا جائے یا کم سے کم حدابط احترام میں شامل کر لیا
جائے کچھ لوگ، ذائق کے وقت انکو سچھے چوتھے میں یہ یقیناً بدعوت
ہے کیونکہ اس کا تعلق کسی وقت جذبے سے نہیں دیا تھا جائیں اس فقر پر

کی دھاری دار میں کپڑے (الو صائل) کا سکون غلاف کبھی پر چڑھایا وہ میں کا ایک بادشاہ اسعد تھا جس کا زمانہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسویرس پہلے گزارا ہے۔

غلاف کعبہ کی مصلحت اسلامیہ قریش کے ہاتھوں میں آیا۔ اس قبیلے کی روایات زمانہ اسلام تک محفوظ رہی ہیں، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیب سے اس نے انتظام سنبھالا، اس سے مختلف خاندان ہر سال یاری یاری سے کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ پھر بنی مخزوم کے ایک سروار ابو ربعینے یہ طے کیا کہ ایک سال غلاف و چڑھایا کرے گا۔ اور ایک سال کا غلاف قریش کا کوئی خاندان اپنی طرف سے چڑھاتے۔

اس کے علاوہ زمانہ چاہلیت میں دستور تھا کہ رب کے مختلف بتبیلے اور قبائلی سردار حبیب زیارت کے لئے آتے تھے تو کبھی پر ٹوکانے کے لئے مرح طرح کے پردے لائے تھے جتنے لشکارے جا سکتے تھے اتنے لشکار ہے جاتے اور یا تو کبھی کے خزانے میں رکھ دئے جاتے تھے جب کوئی پر ڈھوپیو ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا پردہ لشکار دیا جاتا تھا۔

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوں کا واقعہ کہ حضورؐ کی دادی کے ایک صاحزادے (غائب احمد بن عبد الملک) گم ہو گئے تھے۔ انہوں نے تدریانی کہ اگر بچہ مل گیا تو وہ کعبہ پر رشی غلاف چڑھائیں گی جب وہ مل گئے تو انہوں نے ہمایقی تذرییوں کی

دینیہ حاشیہ صفوگذشتہ) عقیدے سے ہے عقیدے کے لئے شرعی دليل چاہیے دلیل ہو جو نہیں تو اسے بدعت ہی تواریخ میں گنجائیں کی مجبوب یا محروم شے کو فرض شریعہ میں ساختہ چم بینا بدعت و معصیت نہیں ہو سکتا جب تک شروعت سے یہ بوسہ عنوان فرمادی پائے اور الین بچوں کو جو مسے ہیں شوہر بیوی کا وسیلہ تھا ہے یہ فعل عقیدے سے بھی نہیں ہوتا اس کا تعقل طبعی ہے اسے جو محل اور موقع کے فرق سے حال ہی ہوتا ہے اور ہرام ہی۔ اسے طوفان اور رکوع و سجود جیسے خاص تبدیلی احوال کی صفت میں رکھکر علی الاطلاق بدعت و شرک کا حکم نکال دیا ہماری نظر میں زیادتی ہے۔ ہمیں اگر غلاف کعبہ کا کوئی نکڑاں جائے تو هزو ر آنکھوں سے نکایتیں گے اور شاید چم بھی لیں۔ باں اس فعل کا تعلق عقیدے سے ہے نہیں ہوگا اس جذبہ شوق سے ہو گا جو بیکشیت مسلمان ہم اپنے اندر پہنچاتے ہیں جیسیں یقین ہے کہ غلاف کے چومنے کو شرک کے زمرے میں مولانا مودودی نے اس کی عامۃۃ اور وہ ہمیشہ تفصیل کے پیش نظر شامل کیا ہے یعنی عام بات یہی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی دیکھاد اکھی اس طرح کے افعال کو ردا چستقل بنانے یعنی میں بیشک یعنی غلاف کے چومنے کو ردا چستقل بنانی اور بار بار اس حکمت کو دہرانا بدعت ہو گا۔ فنا اتنی سی بات بدعت نہیں ہو سکتی کہ ایک جد بات آدمی پہلی بار غلاف کعبہ کو نظریوں کے سامنے پہنچائے اور فرزو جذبات میں وسادے بیٹھے۔ اس حکمت سے رہ کرنا بھی درست یہونکہ دوسرے لوگ اگر بھڑکا جاں چل بلکہ تو یہ بوس کو مارستقل بیکھیں جائیں گا اور ایسی حکمت کا بدلہ ہو نام اسر برحق۔ یہیں ایک فیضہ پر یہ بات مخفی ہیں کہ جو انہیں کی مدد سے کاماندیش، پہنچانے اور لستھنکیوں وہ بجا تے خود ادا نہیں

ہے اس سے چھٹ کر دعا میں مانگے اور اس کی طرف رجھ کر کے رکوع دیکھو دکھو نے لگے تو یہ بلاشبہ شرک ہو گا۔ کیونکہ یہ سب اور هر بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں غلاف کے کپڑے کو اللہ نے اپنا گھر فرما دیا ہے۔

غلاف کعبہ کی تاریخ

اب ہم مختصر یہ بیان کریں گے کہ یہ پر غلاف چڑھانے کی ایجاد اکب ہوئی اور اس وقت سے آج تک اس کی تاریخ کیے گئے ہیں۔ اس کی تاریخ کیا ہے۔ اور تاریخ کے آخذ حسب ذیل ہے۔

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ علامہ ابن تحریر (۷۰۷ھ) میرہ ابن ہشام (۷۳۴ھ) جب تک، کوئی بن عبد اللہ و رضی (۷۲۷ھ) شفاعة الزراہ تعالیٰ اللہ بن القاسی (۷۵۵ھ) الاعلام قطب الدین الحنفی (۷۶۷ھ) تاریخ الکعبہ عبد اللہ بن سلابہ (۷۸۷ھ) سازن الحوین، ابریشم رفتہ پا شا۔

فتح مکہ سے پہلے

غلاف کے بادے میں زمانہ ندیم کی تاریخ کا کوئی مرتب اور سعیر ریکارڈ موجود نہیں ہے لیکن اس زمانے کی جو روایات علماء اسلام تک سنبھلی ہیں ان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کبھی پر غلاف چڑھایا تھا اس کے بعد صدیوں تک تاریخ حاموش ہے پھر یہ ذکر ملتا ہے کہ عدنان نے یہ خدمت انجام دی۔ اس کے بعد پھر کئی صدی تک کی تاریخ غائب ہے تیر مشق حس کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے سرف رنگ

و بقیہ حاشیہ صفوگذشتہ) عقیدے سے ہے عقیدے کے لئے شرعی دليل چاہیے دلیل چاہیے دلیل ہو جو نہیں تو اسے بدعت ہی تواریخ میں گنجائیں کی مجبوب یا شوہر بیوی کا وسیلہ تھا ہے یہ فعل عقیدے سے بھی نہیں ہوتا اس کا تعقل طبعی ہے اسے جو محل اور موقع کے فرق سے حال ہی ہوتا ہے اور ہرام ہی۔ اسے طوفان اور رکوع و سجود جیسے خاص تبدیلی احوال کی صفت میں رکھکر علی الاطلاق بدعت و شرک کا حکم نکال دیا ہماری نظر میں زیادتی ہے۔ ہمیں اگر غلاف کعبہ کا کوئی نکڑاں جائے تو هزو ر آنکھوں سے نکایتیں گے اور شاید چم بھی لیں۔ باں اس فعل کا تعلق عقیدے سے ہے نہیں ہوگا اس جذبہ شوق سے ہو گا جو بیکشیت مسلمان ہم اپنے اندر پہنچاتے ہیں جیسیں یقین ہے کہ غلاف کے چومنے کو شرک کے زمرے میں مولانا مودودی نے اس کی عامۃۃ اور وہ ہمیشہ تفصیل کے پیش نظر شامل کیا ہے یعنی عام بات یہی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی دیکھاد اکھی اس طرح کے افعال کو ردا چستقل بنانے یعنی میں بیشک یعنی غلاف کے چومنے کو ردا چستقل بنانی اور بار بار اس حکمت کو دہرانا بدعت ہو گا۔ فنا اتنی سی بات بدعت نہیں ہو سکتی کہ ایک جد بات آدمی پہلی بار غلاف کعبہ کو نظریوں کے سامنے پہنچائے اور فرزو جذبات میں وسادے بیٹھے۔ اس حکمت سے رہ کرنا بھی درست یہونکہ دوسرے لوگ اگر بھڑکا جاں چل بلکہ تو یہ بوس کو مارستقل بیکھیں جائیں گا اور ایسی حکمت کا بدلہ ہو نام اسر برحق۔ یہیں ایک فیضہ پر یہ بات مخفی ہیں کہ جو انہیں کی مدد سے کاماندیش، پہنچانے اور لستھنکیوں وہ بجا تے خود ادا نہیں

نے آنکھاں کو اس خدمت کا ہم خود نہ دیا ہو۔
قدیم زمانہ سے یہ دستور جلا آ رہا تھا کہ جب حج کے بعد
سب حاجی رخصت ہو جاتے تھے تو ارحام کو کبھی پر غلاف
چڑھایا جاتا تھا۔ اس طریقے پر مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے
راشدین کے زمانہ میں بھی عمل ہوتا رہا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے
عہد میں یوم عاشورہ پر غلاف چڑھانے کے علاوہ اکیب اور
غلاف عید الفطر کے موقع پر بھی چڑھانا شروع کر دیا۔
یہ بات بھی روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ اسلام میں
سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے رئیسی غلاف بنوایا تھا، پھر زیر
او حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے زمانہ میں اس کی
تلخیلی کی اور عبد الملک بن مروان کے عہد سے بھی طریقہ مستقل
بن گیا جو اتحاد تک جاری ہے اس عکل کی ابتداء حسین وقت ہوئی
تھی اس وقت بکثرت صحابہ و تابعین اور جلیل القدر فقہاء، ہوئی
تھی۔ کسی نے رئیسی غلاف پر اصراف نہیں لیا اسی وجہ سے
بعد کے علماء بھی اس کے جواز پر متفق رہے۔

زمانہ اسلام سے پہلے مختلف لوگ کبھی پر چڑھانے
کے لئے چارین لایا کرتے تھے اسلامی دور میں غلاف چڑھانا
حکومت کی ذمہ داری قرار پا گیا۔ عبد المزاز کی روایت کے
مطابق ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو
پوچھا کیا ہم کبھی پر غلاف چڑھائیں؟
انھوں نے (رمایا) اب تھیں اس کی مزوفت نہیں رہی ہے حکام
نے تہاری طرف سے اس خدمت کو سنبھال لیا ہے۔ ایک
روایت میں حضرت عائشہ کے یہ الفاظ انقل ہوئے ہیں کہ
کسوہ الہیت علی الامراء ”بیت اللہ کا غلاف حکام کے
ذمہ ہے۔“

عباسی خلافت کے بعد عباسی خلافت کے

تو اس تک غلاف کی تیاری مرکزی حکومت کے انتظام میں
ہوتی رہی۔ پھر جب کوئی مرکزی حکومت یا قیادتی تحریک تو خلاف
غلائم کے سلاطین یا قبیلی طرف سے غلاف بنو اکر بھیجتے رہے
اور ایسا ادب نہیں بیکا دفت کئی کئی غلاف بھی چڑھانے لئے

ادر سفیدرنگ کاریشی غلاف کیتے پر چڑھایا۔ کہا جاتا ہے کہ
یہ پہلا موقع تھا جب کبھی پر ریشم کا غلاف چڑھایا گیا۔

حفہ کی بیوت سے پانچ سال پہلے جب قریش نے کعبہ
کی از سزو تغیریکی تو پورے بیتلے نے بڑے اہمام سے کھیر پر
غلاف چڑھایا۔

ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ قبیلہ بنی شیلیم کے
ایک صاحب اپنی ماں کے ساتھ زیارت کعبہ کے لئے گئے
ہوئے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں انہوں نے
کبھی پر مختلف قسم کی اور مختلف رنگوں کی چارین بھی ہوئی
دیکھی تھیں۔

فتح کمل کے موقع پر حفہ و مکاہر کا یہ اعلان کہ نہایت نہایت شخص
اگر کبھی کے پر دوں سے بھی لٹکے ہوئے ہوں تو انہیں قتل
کر دیا جائے اس امر کا نقیبی ثبوت ہے کہ اس وقت کبھی پر
پردے لٹکے ہوئے تھے۔

فتح کمل کے بعد جیسا کہ تم ہی بیان کر چکے ہیں، فتح کمل کے موقع پر حفہ و مکاہر کا اعلان فسر ما یا تھا کہ آج وہ دن ہے جب اللہ کعبہ کی مظلومت تمام فرما دیا گا اور اب ہم اس غلاف چڑھائیں گے۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت غلاف کعبہ کو خوشبود ہئے کے لئے بخوبی جلار ہی متعی۔ اتفاقاً کچھ آگ پکڑ گیا اور پورا غلاف جل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کا باداہ کبھی پر سے خود اتار دیا اور کھفر زمانہ اسلام میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے اللہ کے گھر پر غلاف چڑھایا۔ یہ روایت علامہ ابن حجر نے فتح ابادی میں حضرت سعید بن انسیت سے نقش کی ہے۔

بنی مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ایوب کا اپنے زمانہ
میں کبھی پر عینی کٹرے کا غلاف چڑھانے تھے۔ پھر درب صدر
فتح ہو گیا۔ تو حضرت عزیز اور حضرت عثمان بن عاصی رضی اللہ عنہیں
کا غلاف بنوانے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدوم نہیں
ہو سکا کہ انھوں نے اپنے عہد خلافت میں غلاف چڑھایا ہے
یا نہیں۔ اس بلکہ میں روایات خاموش ہیں ممکن ہے کہ تنہ

ناہی خلفاً سفید رنگ کے غلاف بھیتے تھے خلیفہ ناصر عباسی ر شمس الدین (۶۵۰-۷۲۴ھ) نے ابتداء میں بزر غلاف بنوایا تھا پھر سیاہ ریشم کا بتوکر بھیجا۔ اس کے بعد سے سیاہ غلاف ہی بنوایا جاتا رہا اور آج تک یہ طریقہ جاری ہے۔

غلاف کعبہ کے چاروں طرف زری کے کام کی پٹی بنانے اور اس پر کعبہ کے معنی قرآن مجید کی آیات لکھوانے کا سلسلہ سب سے ہے ۷۲۴ھ میں مصر کے سلطان الحسن نے شروع کیا تھا اس کے بعد سے یہ پڑی رجگھی کا طریقہ آج تک چل رہا ہے۔ اس پر حسب ذیل آیات لکھی جاتی ہیں۔

ایک طرف إِنَّ أَوْلَىٰ بَيْسِ وَضُعْفَ الْكَاسِ لِلَّذِي
بِكُلِّهِ مُبِرْ كَوَافِدَهُ دَائِيَ الْعَلَمِينَ هـ فِيمَا يَتَنَزَّلُ
مَقْعَدُمُ ابْرَاهِيمَ هـ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمْنًا وَلِلَّهِ
عَلَىٰ الْكَاسِ حِيلَةُ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَيْلًا
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ عَنِّي عَنِ الْعَالَمِينَ هـ

(آل عمران ۹۴-۹۶)

دوسری طرف جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ
الْعَرَافَ قِيمًا لِلْعَالَمِينَ وَالشَّهْرُ الْحَرَامُ قَالَهُدَى
وَالثَّقَلَاتُ يُدْعَى مَذِلَّاتُ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سَعْيَ عَلَيْهِمْ هـ

(المائدہ ۹۲)

تیسرا طرف رَأَيْرُ فَعَرَابِهِمُ الْقَوَاعِدُمَنَّ
الْبَيْتَ وَالْأَسْمَاعِينَ وَأَرْبَعَةَ تَقْبِيلٍ مِنْكَاظِ أَنَّكَ أَنَّكَ
الشَّكْرِمِعُ الْعَلَمِمُ هـ رَبِّيَا وَالْخَعْلُمُ هـ مُسْلِمِمُنَ كَوَافِدَ
وَهُمْ كَوَافِدَتِيَّةَ أَنَّمَّ مُسْلِمَةَ لَكَّشِسَ وَأَرِنَامَنَا سَكَنَا
وَتَبَعَ عَلَيْنَا جِإِنَّكَ أَنَّكَ التَّوَّابِ الرَّحِيمُ هـ

(البقرہ - ۱۲۴)

پوچھی جائیں اس فرمادا کامنام لکھا جائیں ہے جس نے غلاف بنوایا ہے۔

غلاف کعبہ اور دوسرے مالک موجودہ صدی کے غاز تک غلاف کعبہ دنیا کے سیاسی حالات سے غیر تاثر رہے

اس سلسلہ میں ایک مرتبہ خندقستان سے بھی (۷۲۷ھ میں)
غلاف بنوکر بھیجا گیا تھا اور چونکہ اس زمانے میں اسلامی حکومت
اٹ علاقوں تک محدود تھی جو اب پاکستان میں شامل ہے اسکے
ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غلاف پاکستان سے بنگر کیا تھا۔

۷۲۷ھ میں مصر کے فربانہ واللہ العالیٰ اسماعیل بن ناصر نے غلاف کعبہ تیار کرنا اپنے ذمے میں اور اس س
غرض کے لئے تین گاؤں وقف کردے اس وقت میں موجودہ
زمانے تک مصر ہی سے غلاف بن کر آتا رہا ہے۔ مصر ترکی
سلطین کا تعظیم ہو جائے کے بعد سلطان سلیمان عظیم نے

ملک اسماعیل کے اس وقف میں سات گاؤں کا ادا فناذ کر دیا
اور اس عظیم و قدر کی آمدی سے ہر سال کعبہ کا غلاف، اور
ہر پانچوں سال جھروں بنوی کے پردے اور میزبانی کا غلاف
مصر سے بن کر آتے رہا۔ اس کے علاوہ خانہ کعبہ کے اندر کے
پردے سے بھی دشمنو تھا اسی وقت سے بنکر بھیجے جاتے
تھے اس زمانے میں اس وقف کی آمدی ۳۴۴ھ درج تھی

جسے موجودہ زمانے کے مصری سے کے لحاظ سے ۵۰ سوار
اور ایک لاکھ درجہ مصري پاؤڈر کے دریان سمجھنا جا ہے مگر
جب پھر ہدی کے آغاز میں مصر کے والسا نے محمد علی پاشا
نے ترقی سلطنت سے بیقادت کر کے خود مختاری اختیار کر لی
تو اس نے یہ وقف منسوخ کر دیا۔ اور صرف غلاف بھیجے گیوں حکومت

صری کے خرچ پر بنوکر بھیجنے شروع کیا۔ کعبہ کے اندر کی
پردے اور جھروں بنوی کے پردے آج تک مصر سے نہیں
بھیجے گئے آج جو پردے دیا پڑے ہوئے ہیں وہ
سب سلطان عبد العزیز (۷۲۷-۷۴۴ھ) کے زمانے
کے میں اور بہت یوسیدہ ہو چکے ہیں۔ کعبہ کا جو غلاف بھر
سے بن کر آتا ہے وہ زیادہ ہے زیادہ دس یارہ بزرگ مصری
پاؤڈر کا ہوتا ہے۔

غلاف کے رنگ پہلے غلاف مختلف رنگوں کے
پوکرستے تھے ماہول ارشید نے سفید رنگ کا غلاف
چڑھایا تھا محمود بنوی کے غلاف کا رنگ زرد تھا مصری کے

ہے کہ ایک مدت دراز کے بعد اس سال پاکستان کی مردمیت پر غلاف کا پڑا تیار ہو رہا ہے پورے غلاف کے لئے ایک نار گز کپڑا درکار ہوتا تھا پاکستان سے صرف یہ کپڑا بیٹھا جاتا ہے زری کے کام کی پٹی کو مظہر کردار الکسوٹہ میں تیار کی جائے گی۔

حضرت معاویہؑ کی سیاسی نظری

این نوع کی پہلی بے نظر کتاب - اس میں حضرت معاویہؑ کی شخصیت آپ کے مقام اور حکمت و سیاست، بھرپور قدر اس طرح کرایا گیا ہے کہ کسی بھی محاذ کا دام راندہ اپنیں ہوتا۔ صحابیت کی تقدیس پر لا جواب نظر اور تحقیق و تنقید کا مراد۔ کتابت، طباعت، کاغذ سب علمہ مجلد سین دش کور۔ قیمت دش رو پرے۔

تحقیق معریل

”خلافت معاویہ و نیریہ“ کے معنف عباب محسود کا ”خلافت معاویہ و نیریہ“ کے معنف عباب محسود کا بناء پر ایک غلاف چڑھادیا جو شریعت حسین نے اعتماد کیا۔ بناؤ کر کہ جھوڑا۔ ۱۹۲۷ء میں تھیک کم ذی الحجہ کو حکومت مصر نے غلاف بھیجنے سے انکار کر دیا اور ابن سود کو فوجہ اکٹھیں ایک غلاف بنوانا پڑا۔ میر ۱۹۲۸ء میں بھی مصری غلاف ن آیا اور امرت سر سے مولانا داؤد غزنوی اور مولانا امبلی غزوی کے اہم میں غلاف بناؤ کیا گیا۔ ان جمادات کی پیارے اسی زمانہ میں کہ مختار کے اندر ایک دہانکسرہ قائم کر دیا گیا تھا تاکہ مصر سے آئے دن غلاف دا آئے کی میسیت کا مستقل علاج کر دیا جائے۔ اس کا دخانے میں مولانا اسحاق غزالی مرحوم کی بدو سے بندوستان کے بہت سے کاریگر فراموش کئے گئے۔ حقیقت تک دیں غلاف تیار کیا جاتا رہا۔ پھر سودی حکومت اور مصر کے تعلقات درست ہو گئے اور دہانے سے غلاف کی آمد کا سلسہ شروع ہو گیا اب پچھے سائلہ پر فتحیہ پھر پیش آیا۔ سیاسی تعلقات کی خرابی نے مصری غلاف کی آمد کا سلسہ منقطع کر دیا اسی کا نتیجہ ہے پھا

القرآن

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے ایک روح نواز دسائے کام اور ترجیح۔ جس میں کرامت و بیرونگی کی علامات اور دلایت کی تحقیقت اپرلا جواب لٹکو کی گئی ہے۔ مجلد من حسین کور۔ قیمت چار روپے۔

البودر غفاری

جلیل القدر صحابی سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ایمان اندر و روح لازمیں اور دلایت بمقابلہ اور مستند تجارت و درود پرے

چین اور روس کی زندہ تصویریں

ناول جس کا ترجمہ اردو کے صاحب طرز ادیب جناب گیلان شل نے کیا ہے۔ ایک ایسے ملک کی کہانی جو اورش وادیٰ لقلیل ہوں کے ہاتھ میں پڑ کر جنت بننے شروع ہمین بن گیا ضخامت ۲۹۶ صفحہ قیمت سوار و پیپر

عثمان بطور [چین میں مسلمانوں پر کیا گذری؟] ایک کہانی ایک تاریخ۔ سوار و پیپر۔

اور یانگسی بہتارنا [اعبرت انگریز داستان۔ ایک روپیہ۔] امدادی ٹے پر کے میں چین کی ایک آزادی کی طرف [کوہ امریکی میں پناہ گزیں ہوا۔ نہایت دلچسپ اور عترتاں۔ تین روپے۔]

پھر کے دلوں [چھ آپ بیتیاں۔ جاذب توجہ جرتاں۔ ایک روپیہ]

ادب میں ترقی پہنچی [آٹومیں کیا کھیل کھیلتا ہے۔] قیمت ایک روپیہ

چین کے مسلمان [کروڑوں مسلمان یا ہوتے؟ انھیں کی آدم خوری کا دستاویزی تذکرہ۔ صرف جارتے۔]

سویٹ نظام کی چھ گنجان [تجھ تسلی عقلی و نفسی دلائل پر میعادی کتاب جو دلچسپ بھی ہے اور حقیقت افزوز بھی۔ صفحات ۲۲۷ صرف ایک روپیہ]

آزادی کا ادب [بعض منتخب مقالوں، افسانوں اور منظومات کا جو جھنپھن نیک تعمیری مقاصد کے تحت چاہا گیا ہے۔ مجلد تین روپے۔]

سویت روس کی حقیقت دو حصے۔ دو روپے۔

کیونز م اور کسان [کیونز م کو ایسی ای نقطہ نظر سے سمجھنے دستاویزی ڈالوں سے مزین ہے۔ قیمت ڈھانی روپے۔]

علمی سیاست میں جمہوریت [کیڈا کے سائب و زیر خارجہ اور اتحادی بھاکے سابق ہمدرد مٹریشنری پیراسن کے چھ عالمیانہ مقالوں کا جمود۔ میں الاقوامی سیاست میں جمہوریت کے کردار اور جمہوری اصولوں کی کارفرمائی کے امکانات کا سیر حاصل تجزیہ۔]

موجوہہ میں الاقوامی سیاست کے پڑتال جو رحمات کو سمجھنے کے لئے اس تصریحی کتاب کا مطالعہ از حد تقدیر ہے۔ ضخامت ۱۱۰ صفحات۔ قیمت ہفت آٹھ آنے۔

آزادی کی نئی وسعتیں [آزادی کے تصور میں جو نئی رنگ آمیزیاں ہوتی ہیں ان کی معلومات افروز کہانی، کسی چین سائنس ماہر کے ایڈیٹر اور دی کہنم کی زبانی۔ جمہوری سماج کے جدید تر رحمات کا ولہ انگریز تجزیہ۔ ضخامت ۱۱۰ صفحات۔ قیمت صرف آٹھ آنے۔]

انیس سوچوراسی [مصنف: جارج آر ولی۔ مترجم: سید سعید واسطی۔]

مشہور ہنر و ستانی نژاد مغربی مصنف جارج آر ولی کا دہ شہرہ آفاق ناول جس نے یورپ میں تہلکہ ڈال دیا تھا۔ اردو کا یہ خوبصورت ایڈیشن آرٹ پیر کی آٹھ تصویروں سے مزین ہے۔ ضخامت ۱۱۰ صفحات۔ ڈھانی روپے۔

ظلمت نیمز والہ [مترجم: گیلان شل۔ مصنف: آر تھس کوسلر۔]

سابق کیونز م دانشور آر تھس کوسلر کا بلند پایہ نظریاتی

لینن:۔ انقلابیں سے باقی رینن کی مستند سوانح۔ بے لاگ در غیر جانبداران۔ ایک پیپر { مکتبہ تجلی۔ دیوبند پیپر }

ہے کوئی جو عبرت پکڑے

مولانا مودودی کا ایک مطبوعہ خط

خلاف کعبہ سے متعلق آغاز سخن کتابت کے مرحلے سے گذر جکا تھا کہ ایک ایسی چیز سامنے آئی جو اگر پہلے آجائی تو شاید ہمیں اتنی تفصیلی نہ جانتا۔ وہ چیز مولا نامودودی کا ایک خط ہے جو ایشیا (اہم) میں شائع ہوا ہے جناب ماہر القادری نے مولانا نام صوفت کو مکتوب لکھا تھا اسکی جواب ہے اہر صاحب کا خط اس نے شدح نہیں کیا گیا کہ خود جواب اس کے مضمون سے آگاہ کر دیتا ہے۔

اسے پڑھنے کے بعد وہ کفت دروہن اور آتش زیر پا حضرات اپنے موقف پر توجہ فرمائیں جو غیر مصدقہ اخباری خبریں اور غیر لائق ناقدوں کی تحریریں پڑھکر خواہ مخواہ آپ سے بابر ہو گئے ہیں۔ مرا جوں میں انمائیت ہو، قلب و ذہن تعصیات سے مسوم ہوں اور روح کی کہراں میں خشیت و تقویٰ کی جڑیں نہ چینی ہوں تو آدمی دسوں کو مشتمل کرنے میں ایسی ہی جلد بازار گاہ کارہ کر لے گا۔ (غامر عثمانی)

ان کے اندر خلاف سے دلچسپی اور اس کے دیکھنے کا شوق ایک ایسے طوفان کی طرح خود بخود اٹھتا شروع ہو گیا جس کی ہمیں ہرگز توقع نہ تھی اس صورت حال کو دیکھریں نہ یہ محسوس تیکا کہ اس طوفان کو روک دکنیا ہمارے بس میں نہیں کر اس نیکڑی کا پتہ عوام کو اخبارات کے ذریعہ معاذم ہو جکا تھا بھاں خلاف بن رہا تھا۔ تو گوں کے ٹھٹھے کے ٹھٹھے اس پر لٹکنے شروع ہو گئے۔ لوگ ہمارے روکنے کے یاد جو د

کسی نہ کسی طرح نیکڑی سے خلاف کے تھاں حاصل کر کر کے لے جائے تھے اور نہ صرف لاہور میں جگہ جگہ زیارتیں ہوتے گیں بلکہ آئے دن ہمارے پاس اطلاعات آرہی تھیں کہ آج خلاف غلام شہری میں پہنچ گیا اور دہاں اس کا جلوس نکلا۔ یا ہزار ہا آدمیوں نے اس کی زیارت کی ہمارے لئے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ہم خلاف کے تھاؤں کو خفیہ طور پر نیکڑی سے بکال کر جکے سے کراچی یا کم بیچدی تو ان حالات میں تم نیکہ راستے نام کی کہ عوام کی اس نظری دلچسپی کو جو ہمارے یا کسی کے عبور کا تھے سے نہیں

محترم و مکری۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔
خلاف کعبہ کے معاملیں مجھ پر اور جماعت اسلامی پر جو اعتراضات کئے جادے ہے ہیں ان پر تفصیلی بحث آئندہ تر جان القرآن میں کر رہا ہوں۔ اچھا تو یہ ہو تو اک آپ پوری بحث دیکھ لیتے۔ یعنی اگر آپ کو جلدی ہے تو میں مختصرًا چند اشارات کئے دیتا ہوں۔

پہلی اور بیانی خلطی رب سے پہلی بیانی خلطی جس پر اعتراضات کی عادت نامہ ہوئی۔ یہ یہ کہیرے متعلق ذریعہ میں رکھیا گیا ہے کہ میں نے خود ابتداء کر کے اس خلاف کی نماش کا انتظام کیا اور جلوس کا پر دگرام بنایا اور ڈینوں پر اس کی نماش کی اسکیم بنائی۔ حالانکہ اصل اتفاق یہ نہیں ہے اصل داقد یہ ہے کہ ہم خلاف کی نیادی کے انتظامات بالکل مخفی طور پر کر رہے تھے۔ اتفاقاً اخبارات کو اس کا پتہ لگ گیا اور ہمارے علم و اطلاع کے بغیر انہوں نے اس معاملہ کو اچھا دیا۔ عوام کو جب اس کی خبر ملی تو

کراس جد لے کے سیلاب کو منکرات کی طرف جانے اور ذکر اللہ کی طرف موڑنے کے لئے جو کچھ کیا جاسکتا ہے، کیا جائے۔ اگر ہم ایسا نہ کرنے تو یہ بہت زیادہ مکروہ راستہ اختیار کر لینا بخوبی کے رو کے نہ رکتا۔

اب میں خصوصاً آپ کو یہ محیی بتاتا ہوں کہ اصل واقعات کیا پیش آئے ہیں۔ اور یعنی مذہبی طبقے انہیں پیش کیں کس شکل میں کرد ہے ہیں۔

لاؤور کا جلوس میں تے خود دیکھا ہے اور آخذ وقت تک اس میں شریک رہا ہوں۔ ہواں اڈے تک پہنچنے ہمیں اس میں لاؤر کا جامدی شامل ہو چکتے اور آدمی میں لیسا راستہ تھا۔ اس پورے جلوس کے راستے میں تمام سیماوں اور دکانوں پر سے عورتوں کی فرش تعمیریں ہٹا دی گئی تھیں یا چھا دی گئی تھیں۔ ریڈ یو پر چھا نے کی آذیں بند کردی گئی تھیں۔ پورا جلوس لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے ذکر میں مشغول تھا۔ بعض گروہوں نے دوسرا تھرے بلند رنگی انتہائی گوششیں تھیں۔ مگر دو چار مرتبہ ان لی پکار پر یہ فرے لگ جاتے اور پھر سارا جمع کلمہ طبیعت کے درد میں لگ جاتا۔ صاف معلوم چوتا تھا کہ لوگ اس وقت کلمہ طبیعت کے سوا کچھا درجیں کرنے کے تیار نہیں ہیں۔ اتنے بڑے ہجوم میں ایک جیب ہنپی کئی فتنہ گردی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ عورتیں ہمارے منظر کے باوجود آئیں۔ مگر کوئی ادنی سادا قومی عورتوں کو پھر نے کا پیش نہیں آیا۔ حدیث سے کہ پورے شہر پر اس روز شنبی کا اتنا غلبہ تھا کہ یعنی لوگوں کی جو تیاں مال روڈ پر جلوس میں چھوٹ گئیں تھیں اور انہوں نے کئی گھنٹوں کے بعد ہوائی اڈے سے واپس آ کر اپنی جو تیاں مال روڈ پر جوں کی توں پڑ کر پائیں۔ اتنی بڑی خیریں اگر کہیں کوئی مشترکاں یا

سبتوں میں بات پہنچی تو وہ ہمارے مولوی صاحبان کے گرفت میں آگئی۔ حالانکہ جہاں لاکھوں آدمی شریک ہوں دہاں چند آدمیوں کو کوئی مشترکاں بات کرنے سے کہے کہ ردا حاصل ہے۔ چلتے ہوئے جمع میں اگر کچھ لوگ لپک کر غلافات کو جوں بیٹھے، ہاچنڈا لوگوں نے قابل احتراض فرے لکارئے

بھروسی ہے بلکہ خود بخود بھروسک اُٹھی ہے غلط زخم پر جانے سے روکنے اور صحیح زخم پر دال دینے کی کوشش ناکریزی ہے اگر ہم ایسا نہ کرنے گے تو یہ دلچسپی ایسا راستہ اختیار کر لیں جو شرعی اعتبار سے بہت زیادہ قابل احتراض ہو گا۔ اس نیا اور ہم نے لاپور میں معززین شہر کی ایک کمیٹی بنائی تاکہ منظم طریقے سے لوگوں کو غلافات دکھانے اور بھر بانا دل جلوس کی شکل میں اسے روادن کرنے کا انتظام کرے اس کے ساتھ ہم نے بیرونی شہروں کے لئے بھی ایشل ٹرینوں کا انتظام کر دیا تاکہ بے قاعدہ طریقے سے غلافات کے تھانوں کا یا سر جانے کا سلسہ میند ہو۔ لاپور کی کمیٹی نے چار دن عورتوں کے لئے اور تین دن مردوں کے لئے نماش کی خاطر مقرر کئے۔ اور اس بات کا اعتمام کیا کہ عورتوں کی نماش میں صرف تعلیم یا انتہا خواتین اور مردوں کی نماش میں منتخب مرد کارکن انتظامات کریں اور لوگوں کو مشترکاً تلقین سے روک کر دکھار کر اللہ اور درود شریف کی تلقین کریں۔ اسی طرح جو ایشل ٹرینیں بیرونی گئیں ان کے ساتھ بھی چند ساکرکن پہنچنے لگئے اور انہیں یہ بدایت کی گئی کہ ہر اسٹیشن پر پہنچنے ہی اللہ اکبر اور لکھ طبیعت کا درد لاذہ اسیکی پر شروع کر دیں تاکہ لوگ آپ سے آپ ذکر الہی کی طرف راغب ہو جائیں۔ نیز عورتوں اور مردوں کو غلافات دکھانے کے انتظامات یا انکل امگ کریں۔ مجموعوں کو خالص ملکتہ ہونے دیں اور لوگوں کو غلافات کی حقیقت بتا کر ایسے افعال سے روکتے رہیں جو مشترکاں ہوں۔ پھر لاپور میں جلوس کا جو پروگرام جایا کیا اس میں بھی یہ انتظام کیا گیا کہ اللہ کے ذکر کی اس طرح بھرماری جائے کہ دوسرا نعروں بلند ہونے کی نوبت نہ آئے پائے۔ نیز بار بار یہ اعلان کیا گیا کہ عورتوں جلوس میں شامل نہ ہوں۔

اس سے آپ کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کوئی ایسا پروگرام نہ تھا جو لوگوں میں دلچسپی بیدار کرنے کی خاطر ہم نے خود شروع کیا ہو بلکہ دراصل یہ پروگرام ہم نے اس وقت بنایا۔ جب لوگوں میں ایک جذبہ خود بخود بھروسک اٹھا تھا۔ اور اس پروگرام کو بنائے کہ اصل فرض یقین

جو اس کام میں غالب پائی جاتی تھی۔
پھر ان حضرات نے کیڑے چھنے ہو پر اکتفا نہ کیا بلکہ

جہاں کیڑے نہ تھے وہاں اپنی طرف سے کیڑے دے دا لئے
میں بھی تامل نزف رایا۔ مثلاً ہمارے ہمارے علم داجازت
کے بغیر قصور پورے کے لوگوں نے دجن کے مختیں غلات
تیار کرنے والی نیکڑی تمام بھقی بطور خود غلاف کا جلوس نکال

ڈالا اور اسے نیکر مٹائی مسجد پہنچ جوان انتظامیہ ملکی کی
طرف سے غلاف کی نمائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس جلوس
کے متعلق بڑے بڑے دین دار حضرات نے الزام لگایا ہے
کہ اس کے آگے بینڈنچ رہا تھا اور مزید الزام یہ بھی لگادیا
کہ اس جلوس نے غلاف کو لے جا کر حضرت علی، یحییٰ ری
رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چڑھایا حالانکہ یہ دلوں باشیں
قطعی جھوٹ ہیں اقوٰ صرف یہ ہے کہ جب جلوس راستے
سے گزر پا تھا تو اتفاق سے ایک برات بھی آگئی جس کے
سا� بینڈ رکھا۔ جلوس صرف اس بازار سے گزر اجس میں
حضرت یحییٰ کا مزار واقع ہے اور اس جلوس کی ذمہ داری
سے ہمار کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یہ ہمارے منع کرنے کے پاد جو
تلک تھا اور ہم اسلئے رد کرنے سکتے تھے کہ جس مختیں میں نیکڑی
واقع بھی ان سے غلاف کو بچانا کسی طرح نہ کھا۔

بہتان و افترا ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ ان حضرات
کو سارا نعم صرف اس غلاف کا ہے جو لاہور میں تیار ہوا ہے
کہ اچی کے غلاف کی کراچی میں بھی نمائش ہوئی اور وہ ٹرینیوں
میں بھی گیا۔ مگر اس کا کوئی مامن ان کے ملقوں میں نہ سنایا۔
بلکہ جو باشیں اس غلاف کے ساتھ ہوئیں ان کی بھی ساری
ذمہ داری مجھ پر اور جماعت اسلامی پر ڈال دی گئی۔

لہ یہ بات مجھ سے فیصل حامدی صاحب نے بیان کی تھی مگر
ابھی ابھی یعقوب الفقاری صاحب (جنہوں نے غلاف تیار کیا ہے)
میرے پاس آئے اور میں نے ان سے یہ معاملہ دریافت
کیا، کہونکہ وہ خود اس جلوس میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس
واقعہ کی سرے سے کوئی اصلاحیت ہی نہیں۔

تو کیا صرف اس وجہ سے اس خیز غلام پر پائی پھیر دیا جائیگا
جو اس روز اتنے بڑے پیا نہ پر لاہور میں رد نہ ہوئی؟
یہ تو تکھی کا ساحل ہے کہ ساری پاک چیزوں کو چھوڑ کر وہ
صرف گندگی ہی تلاش کرتی ہے اور کہیں زراسی چھینٹ
بھی نظر نہ رکھئے تو اسی پر جا بیٹھی ہے۔

بدعات کا فسانہ جو اپنی شریں یا ہم بھی گئی
بھیں ان کی مفصل روپورٹ میں نے بھی لی ہے اور صرف
جماعت ہی کے کارکنوں سے نہیں بلکہ سول ڈیلفنس اور ریلوے
اسکاؤنٹس کے ان لوگوں سے بھی لی ہے جو ٹرینوں کے
ساتھ گئے تھے ان سب کا بیان ہے کہ جگہ جگہ ہزاروں
بلکہ لاکھوں آدمی غلاف کو دیکھنے کے لئے رجع ہوئے تھے
سر جگہ ذکر الہی ہی غلام ربہ اور بہت کم دوسرا نفرے
لگ سکے۔ ہر جگہ عورتوں اور سروں کے مجھے آگ رہے۔
اور بہت کم مقامات پر حداثت پیش آئے۔ جن کی وجہ
کسی کی غفلت نہ تھی بلکہ اڑادہام کی شدت تھی۔ خوریں
کثرت سے آئیں۔ مگر شاد و نادر ہی کہیں یہ واقعہ پیش آیا
کہ کسی نے ان کو چھڑا ہوا۔ اتنے بڑے مجموعوں میں کسی کی
جیب کشی کا کوئی واقعہ سنتے نہیں آیا۔

عوام کو بڑے بیان پر نیکی اور بھلانی کی تلقین کی گئی اور
اصحی غلاف کی زیارت کے حدود سمجھائے گئے۔ عوام اگر وہ
نے ان حدود کا لاحاظہ کھا اور زیادہ تر لوگ یہی دعا میں ملکتے
رہ کیمے گئے کہ خدا یا جس گھر کا غلاف تو ہے دکھایا ہے
اس گھر کی زیارت کی تو نیس کبھی عطا نہ رہا۔ اب اگر ان ہزاروں
لاکھوں آدمیوں میں سے کوئی شخص غلاف کو یا ٹرین کو چوم
بیٹھا، یا کسی نے ٹرین کے اجنبی کو اجنبی شریف کہہ دیا،
یا کارکنوں کے منع کرنے کے باوجود لوگوں نے غلاف کی ٹرین
میں پیسے پھیل دیئے، یا ہجوم کی کثرت کے باعث کہیں
عورتوں اور مردوں کو خلط ملط ہوتے ہے نہ رد کا جاسکا
تو بس یہ چند واقعات ہمارے "دین داروں" نے اعتراض
بڑے نے کے لئے چون لئے اور ساری خیر کو نظر انداز کر دیا

چوگی۔ بہتان و افترا کے متعلق احکام آن کی نگاہ سے
ڈنگر سے ہوں گے۔

آخی بات تابل ذکر یہ ہے کہ میرے پیش نظر غلط
کمیعیہ کی زیارت اور اس کے جلوس کو کوئی مستقل رسم
پتا نہ گز نہیں ہے۔ جو کچھ کیا گیا وہ مجبوراً ان حالات
کی بنا پر بھروسہت کیا گیا، جن کا ذکر اور پر گذر چکا ہے
آنہا اگر پاکستان میں میرے ذریعے سے غائب بننے
کی نوبت آئی تو میں اسے حق الامکان خاموشی کے ساتھ
بنو لئے کی کوشش کروں گا لیکن آپ کبھی سکتھیں لرجو
کام تھا مجھے نہیں کرنا بلکہ بہت سے کار گردی سے
کروانا ہوگا اس کا مخفی رہنا بہت مشکل ہے۔
رخا کسار ایوب الاعلیٰ

یہ باتیں تو حیران معاملات سے متعلق ہیں جو ظاہرین
نفراتی ہیں۔ لیکن ہمارے ان دینداروں کی نگاہ تو ماشاء اللہ
باطن تک جا پہنچی ہے انہیں یہ علوم ہو گیا ہے کہ میں نے
خلاف کعبہ کی نماش کا سارا اہم صرف اس نیت سے کیا
تھا کہ میری شہرت ہو اور اس کا سیاسی فائدہ اٹھاؤں اور
اس کے ذریعہ سے آئندہ انتخابات میں کامیابی حاصل کروں
اللہ یہی بہتر جانتا ہے کہ میری یہ نیت ان پر کیسے ہٹکشافت
ہوئی۔ اگر انھیں علیم بذات الصدور ہو شکا دعویٰ ہے
تو یہ اس شرک و بدعت سے اشد چیز ہے جس پر وہ
گرفت کر رہے ہیں۔ اور اگر انہوں نے میری طرف یہ نیت
تیاس و گمان کی بتا پر منسوب کی ہے تو شاید انہیں
قرآن و حدیث میں صرف شرک و بدعت ہی کی بُرانی ملی

دریجہ حجف

آنکھیں دُکھنے میں دُرِّ حجف کا کردار

بینائی کے تحفظ اور امراض چشم کے ازالے میں تو آپ دریحجف کی اطمینان بخش تاثیر دیکھی رہے ہیں۔ ایک
اور بات لوٹ بیجھے:-

آنکھیں دُکھنے آئے والی ہوں ما آیکی ہوں سوتے وقت دُودھ سلامی سرمه ڈالئے پھر آنکھیں بند کر کے انگلی کے
قدیمے ایسا ہی لعاب دہن دلوں آنکھوں پر لگائیجئے۔ اس سے پوٹوں پر نمی آجائے گی۔ اس کے بعد انگلی پر زدرا س
سرمه لیکر پوٹوں پر مل لیجئے اور سو جائیے۔ اشارہ اللہ اکھی روز جیرت ناک فائدہ پائیں گے۔ اس لیپ کی نوبت
شاید ہی دو تین راتوں سے زیادہ آئے۔

دنئے ہضرات دریحجف سے متعلق لطیریح مفت طلب کر سکتے ہیں۔

کوئی سی تینیشی کیجا خریدنے پر محسولہ اک معاف

ڈاک خرچ
ڈریٹھ رو بیہ

چھ ماٹے
تین روپے

اک توں
پانچ روپے

طلب کرنے پر فالحق تکمیلی اسلامی بھی بھی جاتی ہے جبکی قیمت صرف دو آنے ہے۔

دار الفیض حمانی دیوبند (دیوبندی)

امیر: ملا ابن العرب علی

مسیح کے منحاز کاٹیں

عرش کوئی مکان ہے جو تو چھت کی بات کرتا ہے۔“

”جی۔۔۔ جی دراصل عرش کے بالائی حصے کیسی نے پھت کہا ہے۔ خواجہ سلطین رحمۃ اللہ علیہ نے عالم روایاتیں ارشاد کیا تھا کہ عرش کا کچھ حصہ تشیب میں ہے اور چھت اور پھتی پر۔“

”سخت تجھ بے سہ پر تو ایسا منکشف ہوا ہیں۔“

”نہ ہوا ہو گا۔۔۔ میں بھر جاں اور کجا جا رہا ہو۔۔۔ میں نے دراصل صحیح بات پیر رحمۃ اللہ علیہ کو جیسی بنائی تھی۔ بتاؤ شایر پڑ جاتا وہ اکثر معاملات میں صحیح التعیید ہونے کے باوجود بعض امور میں دہارت کا انکار تھے۔ مثلاً انھیں بھروسے روحاں کیتھیں کہیں لقین ہیں تھا۔ ندوہ زمانِ عاشقان اولیاء سے پہنچیں ٹھڑھانے کو تذکرہ نفس کا وسیلہ لائتھی کوتیا رہتے۔ وہ اُن بزرگوں سے بھی خوشگان نہیں تھے جھوپوں نے خوش روزاً کوں سے عشق کر کے سلوک کی منازل طے کی ہیں۔ ایسی صورت میں الگ من انھیں یہ تہہ کی بات بتادیت الگ فدوی کے ارتقاء سے روحاں کا طرزِ ریعہ فلمہ ہی پرمنی ہے تو وہ غصہ بناگ ہو کر چانٹا مار دیتے۔ اسی لئے جوں کر کیا اور نہ حقیقت یہ ہے کہ فلم دیکھ دیکھ کر میں نے بہت کچھ سکھا ہے۔ فلم کالی ٹوپی نال رو مال۔ بعد ادا کا چور۔ حاتم طائی کی شیئی۔ بصرے کی جور۔ سخی لطیر۔ فتوش

دغیرہ دغیرہ میں سلسل میں نے یہ دیکھا اجنب نظام سماج ہیزو اور ہمیز ترا، کو ایک درسرے سے جو اگر دیتا ہے تو وہ تمہاری میں ایک درد انگیز گانا کا کر آنکھیں بن کر لیتے ہیں اور پھر وہ

یہ طھیک است کہ ایڈیٹریٹی دارالعلوم کے سریا فتحہ ہی اور کتابوں کو اٹھتے پہنچے علم ظاہری میں تھیزی سی مشدود ہیو۔ ہو گئی ہے لیکن علوم روحاں اور فتنوں طریقہ کام عاملہ اور ہے ان میں وہ عاجز کے سلنت طفیل مکتب بھی نہیں۔ آپ ”اپنے مہنے میاں مٹھو“ کی چھتی چست نہ کیجئے۔

طریقہ دردعا نیت کے علم میں اپنی ہمارت تائش کی باتیں خوہ نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ تoxid پر رحمۃ اللہ علیہ کی کہی ہوئی ہے اور میرے بہت سے پیر بھائی چار فنا چار میری ملا حیتوں کا لوہا مانتے ہیں۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ پیر رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرنے کے بعد مجھ پر بارش کی طرح عینی علوم و فنون کی بچھار ہوئی ہے اور دوسروی اور تیسری صدی بھری تک متعارض مساحت نے عالم رویا رہیں تشریف لا کچھ بیعت خاصہ سے نواز اے۔ ایک مرتبہ تoxid پیر رحمۃ اللہ علیہ حیران رہ گئے۔ نہایت تعجب سے فرمایا۔

”اسے لڑکے اؤ تو چھا اسٹم نکلا۔ آیا تھا ہمارا اتنا بڑے مگر بچلانگ گیا ہم سے بھی آگے۔“

ایک مرتبہ فرمایا۔

”خانہ خراب ا راہ سلیک میں اتنی تیز رفتاری تھی کہاں سے سیکھی؟“

فدوی نے جواب دیا۔

”آپ کی دعا سے علم کے سرپر پاٹ بھجن کا سایہ ہے۔ ہر سجدہ عرش کی چھت پر ہوتا ہے۔“

”عرش کی چھت“ وہ بگڑ کر بولے تھے ”لے لڑکے

پھر ہیں نے آنکھیں بند کر کے مزید زور لگا کیا لیکن نذرِ روشنی نظر آئی نہ عمارت۔ مشکل یہ تھی کہ روح میں جو لطف افتادہ تھی کسی سچھج کی ہیر دن کے تصور سے پی ایسا سکتی تھی اسیں ہوئی مسکین کے لمبے ترکٹے جسم کا تصویر حائل تھا۔ جہاں میں طبیعت پر زور دیکھ روانی کی فیض اُبھارنی چاہیں صوفی صاحب کا قدر بالا کسی دیو کی طرح ٹھوپڑی کے افق پر لٹکا ہوا نظر آیا۔ ”یار صوفی صاحب۔ برانہ مانار پاخصت کی تکمیل کے لئے اگر آپ جوڑا بھی بدلتیں تو کیا مصلحت ہے۔“

جوڑا یعنی کیا مطلب ہے؟“ دہ چونکے۔

”ہیر دن کی جگہ تو آپنے لے ہی لی مگر ہمیک آپ کے بغیر پاخصت میں حقیقت کا رنگ پیدا نہیں ہو سکتا۔ ذرا سوچئے۔“

”اُرے تو ہم کیا عورتوں کا لباس پہنیں؟“ وہ برا سامنہ بن کر پوچے۔

”وہ تو ہنسنا ہی ہو گا۔ دیکھ لجھتے روشنی اور عمارت تو آپ کو نظر آئی ہی گئی۔ اگر آپ میک آپ کئے ہوتے تو کیا صحاب کی ہی عمارت جنت میں تبدیل ہو جاتی۔“
اخنوں نے کچھ دیر سوچا۔ پھر کہنے لگے۔

”یا رشم آئی ہے۔ کسی نے دیکھ دیا تو۔۔۔؟“

”خجال ہے کوئی دیکھ لے۔ چھتن اور بھلو لوک شہر پھر پھانک بن کر لیں گے۔“

”لیکن زنانہ لباس کہاں ہے؟“

”وہ میں لے آؤں گا۔“

مرحلہ الگ چہ دشوار تھا کیونکہ اپنی ملانیں کا لباس تو ان کے حق میں گڑایا کا لباس ثابت ہوتا۔ لیکن مولوی قطب الدین کی محترم الہیمیری نظر میں تھیں جن کا نام لیکر میری خلیاس اس بچوں کو دڑایا کرتی ہیں۔ ان کے کپڑے جس فیکٹری میں دھلنے جاتے تھے اس کا یحرا پیمانہ دید تھا۔ پھر ایک جوڑا مستعار لینے میں کیا دشواری ہو سکتی تھی۔

نہ پوچھتے اس جوڑے میں صوفی مسکین کیا کیا تھیں۔ افغان سنوکی شیشی میں گھستے دارڑھی تو ان کے ہے ہی نہیں۔

چشم زدن میں بہشت میں نظر آتے ہیں۔ دلوں نہ ظالم سماج ہے نہ کوئی رقیب۔ دلوں باہمیں باہمیں ڈال کر ٹھاٹ سے گاتے پھرتے ہیں اور حوریں ان کے لئے بڑا شاندار حشر قصہ سرو د منعقد کرتی ہیں۔

میں نے سوچا کہ جب یہ خاکی مخلوقِ روانی اُطراف میں آئی طاقت ہو سکتی ہے تو میں کو نساناری ہوں جو اُڑنہیں سکتا۔ صوفی مسکین کو خوشامد درامد کر کے ہیر دن کا پارٹ دیا اور در جگہ ہی۔ کے ایک کمرے میں شرمند کر دی۔ وہ بڑی مشکل سے راضی ہوئے تھے۔ پہلے تو کہنے لگے۔

”عس کا انتظار کر د۔ خدا نے چاہا تو وحیدن بائی اس مرتب خود رائے کی اسے ہیر دن بنالیں۔“

”عس میں تو بھی بہت ان بیٹھے ہیں صوفی جی اپھر جیدن بائی کو صوفی بیر بیر اور خاچ سزا رکب فارغ چھوڑتے ہیں جو میرے ساتھ جھک مار سکے گی۔ نہیں یا رتم ہی تھوڑی ہی تکلیف کر لو کیا ہر جھے ہے۔“

”ہر جو تکھنیں مگر سارے ایجاد ہے کہ سینما والے کوئی چار سو بیس کرتے ہیں ورنہ آنکھیں بند کرتے ہی کوئی جنت میں کیسے پہنچ سکتا ہے۔“

”چار سو بیس کیا ہے۔ آخرم کیا اپنی آنکھوں سنبھیں دیکھتے کہ سب کچھ سامنے ہوتا ہے۔ اُو ذرا کو شش کر کے دیکھیں۔ کیا تجھ کامیاب ہو ہی جاتیں۔“

آخر مشکل تمام وہ تیار ہو ہی گئے تھے۔ لیکن ابتداءً ہمیں ناکامی ہوتی۔ آنکھیں بند کر کے ہیں نے بہت زور لگا کا تمگر تصور کے افق پر کوئی نظر اور طبع نہیں ہوا۔ البتہ صوفی تکمین ضرور کہنے لگے کہ یار جھے تو کچھ نظر آیا ہے۔

”کیا نظر آیا ہے؟“ میں نے بتا بی سے پوچھا۔

”کچھ ایسا جیسے ہنڑی کی روشنی چھلی ہوتی ہے تو اور بہت دُر ایک عالی شان عمارت اوپری ہوتی ہی جا رہی ہے۔“

”مار لیا کام“ میں نے خوش ہو کر کہا ”اب تو نہیں کہو گے کہ سینما والے چار سو بیس کرتے ہیں۔“

”چند بھے خاموشی رہی پھر وہ ہٹرٹا کے بولے:-
”ارے واسانس تم کب تک روکیں گے۔ یہ بھی
کوئی بات ہوتی ہے۔“
”چلو سانس لیتے رہو مگر بول تو مت۔ ابھی بہت کچھ
نظر آتے گا۔“

پھر مس نے بڑی محنت سے اپنے آپ کو لقین دلایا
کہ ایک شجاعت کی ہیر و تن دو گز کے قابلے پر بیٹھی ہے اور
ظام مساج ہمیں ملنے نہیں دیتا۔ اس لقین کا جاگزیں ہوتا تھا
کہ پھر قلب دروح پر وہی سرمدی کیفیت طاری ہوتی شروع
ہوتی اور عالم ناسوت کی طرف ایک روانوی سفر شروع
ہو گی۔

یریاضت ہم دونوں نے کافی کیا ہے۔ ہر آنکھوں
دسوں روز سلسلہ جوڑ لیا جاتا اور روحانی ارتقا کی رفتار
تسنی بخش طریقے پر آگے پڑھتی رہی۔ صوفی مسکین کو بھی
اب بہت کچھ نظر آتا تھا۔ گواہی بھاری بدن کی وجہ سے
وہ میرے ساختہ نہیں اڑ پا تھے کبھی تو میرا بھی سفر
کھو گا کرتے مثلًا آغاز سفر ہی میں میری طانگ مھبوط
پکڑ لی ہے تو ظاہر ہے انھیں اللہ کا کمری رفتار جسب نہ مول
نہیں ہو سکتی تھی۔

آخر کار ایک حادثہ پیش آیا اور روحانی ارتقا کا
یہ ترقی پذیر سلسلہ منقطع ہو گیا۔ دراصل تجدن اور بھروسہ کو
— جو درگاہ کے خدا میں سے تھے شبہ ہو گیا تھا کہ یہ آتے
دن انھیں شہر کیوں بھجوادا جاتا ہے۔ بار بار ہمیں
معقول ہے کہ آتے کہی مرتبہ کا یہی کمزور
ہماؤں کا سارا لینا یہ اتفاق کہ شبہ ہوا اور پر ہو۔ ایک دن
وہ دونوں مسکوٹ کرنے کے دیوار پھلانگ آتے۔ پھر ایسا
جاری تھا اور صوفی مسکن آج بڑے پھੜے دار بہاس میں تھے
یہ ہم لوگی قطب الدین کی محترم الہیہ کا شادی کا ہوڑا تھا۔
شادی مہلی ہی بار فیکڑی پہنچا تھا۔ مزید پیک اب بھی میں
اسی کی مناسبت سے بڑا شاذ ادا کیا تھا۔ اُن کام جنتوں نے
رجھوں سے جھانک کر ہو دیکھا تو الدم غلط فہمی میں بدلہ ہو گئے

اُنہاں یا تھا۔ چار چار آنے کی دو چوٹیاں بازار سے خریدی
تھیں۔ نیپ اشک بھی لے لی تھی۔ شروع میں تو ہمیں
جی نے بڑے خبرے دھلاتے۔ وہ ہرست ہو گئے مگر جیسے
جائ گئے جنت کی سیر کا تصویر اتنا دل کش تھا کہ وہ صاف
انکار کی راہ اختیار نہیں کر سکے۔

اب جو میں نے انھیں آنکھوں میں بسا کر پہنچنے پڑے
ہیں تو واقعی دنیا ہی بدل گئی۔ انشراح قلب اور ذہنی کشود
کے عجیب و غریب مرحلے ایسے نہیں ہیں کہ الفاظ میں انکھاں کو
کھینچنا جاسکے۔ بہر ایک سریدی لیفت تھا۔ ایک لا تمنا ہی
پھیلاو۔ ایک لورائی خل جس میں اپنا کثیف جسم شیش کر طرح
مصفا ہو کر بے تکان اڑا چلا جا رہا تھا اور افق کے اس پار
نیکین ہم رہتے ہیں اس طرح سرہنما رہے تھے جسے اب جو ہی
چھماچھم کرتی سامنے آئیں اور اب کسی پیکچیں نے رقص
کرتے ہوئے نیغم چھپڑا۔ لہر کی جور ناچے آگے ہمہو کے
دفعہ روح کو جھپٹ کا سالا کا اور دل کا درق اس طرح
کو راہو گیا جیسے چلتی فلم میں بھلی فیل ہو گئی ہو۔ صوفی مسکین
اپنی بھاری اور بھروسہ کی آواز میں کہہ رہتے ہیں:-
”یار اب کی تو ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔“

”ظالم غور سے دیکھو ہم اُڑ رہے ہیں۔“
”نیکھیں کیسے آنکھیں تو بن رہیں۔“
”ستیا ناس۔ ارے زور سے پیچے ڈھینو۔“
کے انداز میں تودب بیٹھ جاؤ۔“
”مگر۔۔۔ فلم میں تو ہیر و تن کیجھی تودب نہیں بھتی
وہ تو بس لیٹ کر انکھیں بن دیکھتی ہے۔“
”یہ سب حالات پر محصر ہے۔ تم ذرا ادا ازو باریک
بناؤ۔ آنی موڑی آواز کسی ہیر و تن کی کیسے ہو سکتی ہے۔“
”اماں تو کیا بالکل ہی عورت بن جاتیں“ وہ جملائے
”بالکل عورت تو کھارے فرشتے بھی نہیں بن سکتے،
مگر یا کہ ازم دا کاری قوزدار ڈھنگ سے کرو۔ فی الحال
بُولتے کی ضرورت نہیں رہاں روک کر گردن جھوکالو۔“
”لو جھکالی۔۔۔“

پہنچے ہوئے ہیں۔ ہماری خلوتوں میں نہ جانے کون کون اوپر سے آتا جاتا ہے تھا ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی آپ تانک چھانک کریں تو یہ کم کم کمی کی پر یا ان اور حربیں حاضر یا شر اُتھیں لیں ان کا تعلق اس نایاک دنیا سے نہیں پڑتا۔ بے شک کچھ دیر پہنچے ہم دونوں کو ایک خاص پیغام پہنچانے کے لئے بعد ادشیف کے قطب حضرت متانے رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آسانی خادمہ کو یہاں پہنچا تھا لیکن اب آپ اندر تشریف لا کر دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں حیثیٰ یا کام کچھ بھی نہیں۔“

لوگ بھات تکابوی کرنے کے عقیدتوں کا خسار آنکھوں میں نے سلام کر کر کے دفع ہوتے اور فی الوقت پھر ان اور بھیلوں نے بھی سہرک بھی جانے میں عافیت بھی۔ اب صوفی مسکین غفرانے سے۔“

”یا رہبری خیرت ہو گئی۔ مگر یہ تم نے تقریر کیا جھاڑ دی؟“

”آج کے لئے گھر نکالا ہے صوفی صاحب اب اگر یہ لوگ ہماسٹھ تھے اس تھے شجاع کی ہیر و تن بھی دیکھنے کے تو اف ہیں کر سکیں گے۔“

”نا یا ما آج سے کان پکڑے۔ یہ تو اتفاق سے سرتاہ میں لٹھتے کوئی پڑھا لکھا امرا تا تو تم جاؤ آجھل کے پڑھنے لکھوں کے عقیدے ہست خراب ہیں وہ بھی بھی اس آسانی سے جان نہ چھوڑتے۔“

”بچھے ہیں آپ صوفی صاحب۔ پڑھنے لکھوں کیلئے اپنے پاس نہیں اور ہیں۔ آپ کسی ایڈ و کمپیٹ کو پکڑ لائیے نہ قائل کر دوں تو بھیکھیں ہون ہو دیجئے چکا۔“

”چھبھی یا ریسلد اب نہیں چلے گا۔ ہم کو شکریں گے کہ دفع شجاع کی ہیر و تنیں ہمائے باختالگ جائیں پھر ہم تم الگ۔ الگ اپنی اپنی امر اوقہ کیا کریں گے۔“

”اس طرح یہ زریں سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے ہے کیفی سے شکر۔ اگر صوفی جیسیں عملی کی خدمت میں حاضر ہی دی اور عرض کیا کہ غلام کو حالت قبض میں نکالیں۔ اخنوں نے تفصیل پوچھی تو میں نے مجھا اتنا بتایا کہ لا ہوت و ناسوت سے

اور ادھر ادھر صوفی مسکین کو ڈھونڈتے ہوئے۔ وہ بھلا کہاں ملتے۔ اس پر وہ گھٹے آس پاس کے لوگوں کو جمع کر لائے اور بڑے دردناک لمحے میں تقریباً میں مرتبہ یہ بات ہماری کہ صاحب غصب ہو گیا۔ ٹائمکی نے درگاہ جس کو ہی خدا جانے کس باñی کو ٹھیک کر گئے میں بند کر رکھا ہے۔

”کئی آذاریں آئیں۔ پولیس کو بلاؤ۔“
”کئی جواں مرد چیخے“ ارسے دروازہ تو ھکلو اور مارڈاں بیس کو۔“

دروازے پر دیتھر طپڑہ ہے تھا اور ھکلو طکلو کا طوفانی حج رہا تھا۔ لیکن یہ سارا طوفان بتاشے کی طرح بیٹھ گیا جب اندر کی زنجیر ٹھوٹ لئے ہوئے صوفی مسکین گلا پھاٹ کر چھیختا۔

”کون ڈاکھس آتے ہیں۔ کیسا شور یا رکھا ہے۔“
لوگ ہن دن دن رہ گئے۔ چھدن اور ہجتوں کے چہرے تو زرد ٹھنڈے کیونکہ صوفی مسکین اس وقت دسپ اپنے اصلی روپ میں تھے۔ ظاہر ہے تپڑہ کھڑکنے کے ساتھ ہی میں نے چورا اُتردا دیا تھا اور ٹھوٹوں سے جو ٹیاں بھی جدا کریں گے۔ بس بیٹھوں پر ہلکی سی لپ اشک لی سرخی ضرور باتی رہ گئی تھی تو اس پیکھے والوں نے پان کی سرخی ہیں بھاہا ہو گا۔

جب چڑھ دوڑ نے والوں نے چھدن اور ہجتوں کے منھ میں گو دیا تو وہ ہر کلاہ کلا کے کہنے لگے۔

”صاحب تم اولاد کی ہم نے اپنی آنکھوں سے ماجرا دیکھا تھا۔ گرے میں فقط ملا صاحب اور کسی عورت کے سوا کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔“

”لیکا بلکہ ہو۔ دماغ خراب ہوا ہے۔“ صوفی جی دیا۔
”جی اماں جی نہیں۔۔۔۔۔ وہ ہیرا۔۔۔۔۔“

”ٹھیرتیئے صوفی صاحب۔“ میں آگے بڑھ دیا اُن بھاروں کا کیا تصور ہے۔ صاحب اُن!“ میں نے مجھ کو قلب کیا۔ صحبوت فی الحقیقت یہ دونوں بھی نہیں بیٹے مگر قصور ان کا ہے ہے کہ اخنوں نے ہم اہل دل کی خلوت میں جھانا کا اور بدگلائی کو روں میں جلد دی۔ ہم دونوں نہ جانے کہاں

چکتے باہر نکل گیا اور سب میں یہ تجھے منخدھوایا پھر گھر میں اس شان سے داخل ہوا کہ زبان پر جھری اور ستری دلوں قسم کے ذکر تھے اور جھرہ خشوع و خضوع کے نوڑے دک رہا تھا۔ یہ مواقع کے لئے میں سچ بھی ہمیشہ جیب میں رکھتا ہوں۔ یہ اس وقت میرے پاٹھ میں لٹک رہی تھی اور اس کے دلوں پر کھلا کھٹ میری انگلیاں چل رہی تھیں۔

”کہاں سے آ رہے ہو؟“ ایڈیٹر صاحب کاٹ سکھانے کے انداز میں غرائے۔

میں نے جواب دیئے بغیر سچ والا ہاتھ آگے کی طریقہ پر۔ مشاہد یہ سمجھانا تھا کہ وظیفہ سچ میں ہے زبان کھوئنے کی بجائی نہیں ہے۔ ان کے پرے پرہ ہی جھلہ ہٹ نہیں اور ہونی جو دہابیوں کے چہرہ نام سعودہ ایل اللہ کے نظائر سے نہیں اور ہوتی ہے۔ شاید وہ سچ جھین کر چانٹا مارنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ گھبر کر میں نے مخلوط دکر کو غالباً جھری میں تبدیل کر دیا۔ ظاہر ہے زبان سے درود یا استغفار ہی تکننا چاہیے تھا لیکن دعائیں نے خصوص کیا کہ جمل تو جلال تو کا وظیفہ میساختہ حلن سے اُبل پڑا ہے۔ گردن کو انگلیوں میں دبوچر میں پڑا۔

”حوالہ دلت..... لحوالہ دل.....“

”کہاں سے آ رہے ہو؟“ انھوں نے پھر اپنا سوال خشک لہجے میں دہرا دیا۔

”قبرستان سے۔ نماز فجر کے بعد پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ طریضاً میراد ائمّی معمول ہے۔“

”لیکن تمہارے پرتو کا پیور میں دفن ہیں؟“

”ہم اُکریں۔ یہ بات آپ کی سمجھیں نہیں آئے گی کہ ایل اللہ دفن ہیں۔ یہی ہوں مگر وہ موجودہ جگہ ہو اکریں ہے۔“ تو پھر قبرستان کی کیا ضرورت ہے؟“ وہ پاٹ دار اُدا آداز میں بوئے ”کھڑے بیٹھ کر بھی فاتحہ طریقہ سکتے ہو۔“

”یہ بھی آپ نہیں سمجھیں گے۔ پیر رحمۃ اللہ علیہ روزانہ صحیح دم جنگل بانش والی درگاہ میں ناشتہ کرنے۔۔۔ اور روزانہ کرنے تشریف لاتے ہیں وہاں خواجہ بنیاد علی اور صوفی مرجان جیسے اکابر ایل اللہ دفن ہیں۔“

گذر کر جنت تک تو سچ لیا ہوں مگر وہاں مرد ہی مرد ہیں۔ کوئی عورت ذات نہیں ملی کہ روح کو سہارا ملتا۔ بغیر عورت ذات کے جنت بھی ویران ہی نظر آتی ہے۔“

”پرو امرت کرو“ انھوں نے جو صد افسزادی کی۔ ”ابھی تین مرزاخ باتی ہیں۔ جب انھیں ملے کر کے تمہاری روح حسین حقیقی سے نیا خلعت دجدھال کر لے گی تو تمہارا جو طریقہ تمہاری کو کھسے جنم لے گا۔“

”باب سے۔ میں سمجھا نہیں پرہ وہ رشت۔“

”سچھو گے بھی نہیں۔ سچ سے آتے تک جانے والے مرید ٹھوکری ہی کھاتے ہیں۔ ان کا نور بصیرت سچ کی مشنی میں بنت ہوتا ہے۔“

”حق فرمایا حضرت والام۔ مگر یہ کو کھسے جنم لینے والی بات ذرا اکھل کر فرمائیے۔“

”راستہ ناپ۔ اسرار و رمز کھل کر بیان نہیں ہوتے۔“ خلاصہ طلب یہ کہ ایڈیٹر جملی کو طریقت کی ہوا۔ بھی نہیں لگی اسی لئے وہ وقتاً تو قاتاً ایسے سوالات میرے سوالات رہنے ہے ہیں جن کا جواب ان کے علم نظر ہر کی دسترس سے باہر ہوتا ہے۔ آپ کتنی بار دیکھ ہی چکے ہیں کہ خاص خاص سوالات انھوں نے میرے پرسہ کے اور فرموی نے تجھی میں ان کا وہ شاندار جواب پیش کر دیا کہ کتنے ہی خوش نصیب تو فقط انھیں ہی پڑھکر محو قی بن گئے۔

آپ کی بھی ہی پڑا ہے۔ صبح کا سہانا وقت تھا مگر پڑھیاں نہیں سمجھا رہی تھیں اسی لئے فرموی نے ابھی لحاف سے باہر قدم نہیں نکالا تھا ملتی میں ایڈیٹر صاحب کی جانی بیجانی کھنکار سنائی دی اور جڑیوں کے چھماٹے کا انتفار کے بغیر بھٹکے لحاف چھوڑ دیا۔ پڑھو اور پڑھی خاتے میں اپنی بہن سے تن لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

”وہ کہاں ہے؟“

”وہ..... وہ شاید مسجد میں ہوں گے۔“ ملان کی آداز خاصی بلن دیتی۔ اس بلندی میں ایک پیغام تھا یہ دراصل میرے لئے الازم تھا۔ میں کو ٹھری والی کھڑک کی کھوکھ

”سچھنے کی کوشش کرو بعض سوالات کوہی کر دینے کے بھی نہیں ہوتے مگر ان کا جواب بھی دینا میرے لئے سب سے باہر پڑتا ہے۔ دراصل ان کا جواب دینے کے لئے حماقت کی وافر مقدار درکار ہے۔“

”پھر آپ مجھے کیوں آرڈر دیتے ہیں کہ جما تھیں پھیلانے“
”تمہاری حماقتوں سماں اوقات ابتدا کے دامنے داخل ہو جاتی ہیں حالانکہ حماقت پھیلانا بڑا باریک فن ہے حماقت میلقے سے پھیلانی جاتے تو اس پر بجائے غصے کے پیار آ سکتا ہے۔“

فندی اور ملائیں دلوںیں ذمگ تھے کہ آج یہ قبلہ و کعبہ کس موڑیں ہیں۔ کہاں وہ بات پر انگکارے اگلنے کی عادت۔ کہاں یہ ٹھنڈی ٹھنڈی چینکاریں۔ ملائیں نے ناشتے کی طرف سامنے رکھدی اور آج زندگی میں شاید پہلا یاد دوسرا موقع تھا کہ ہم تینوں نے ساڑھا اکل و مشرب کیا۔

وہ چلے گئے تو میں نے ڈرستے ڈرستے لفاذ کھول کر خط نکالا جو دو درجن پتھر مل ہفا۔ ڈراس نئے رہا تھا کہ خدا معلوم سوالات کس نوع کے ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ ہر سوال کا جواب مجھ سے بن ہی آتے۔ وہی ہوا۔ سوالات ایسے نکلے کہ طبیعت صاف ہو گئی۔ ملائیں بڑی دلچسپی سے منتظر تھیں کہ میں پڑھ جکوں تو جلدی وہ پڑھیں۔ میری نظریں خط پر جھی ہوئی تھیں کہ وہ بتایا سے پولیں:-

”آپ تو شاید سوچئے۔ ذرا جلدی سے پڑھ لیجئے۔“

”پڑھ لیا۔ مگر تم نہ پڑھو ورنہ سر پیٹ لو گی۔“
”ذرا قدمت کچھ لایتے مجھے دیجئے۔“
”ذرا نہیں نیک بخت۔ یہ خالص روحاںی معاملت ہیں تھا کہ فرشتے بھی ان کی تہہ کو نہیں پہنچ سکیں گے۔“
”خیر آپ دیجئے تو۔“

”لو پڑھ کر بتاؤ کیا جواب دینا چاہئے۔“
پڑھنے کے دوران ان کا چہرہ دیدنی تھا۔ اقلیدس

”میں تھیں کسی دن زندہ دفن کر دوں گا اور پھر تمہاری روح اونٹ کی طرح بلبلاتی پھرے گی۔ لگھے کہیں کے۔“
”خود یہ دیر بعد ایک لفاظ میرے خواستے کرتے ہوئے فرمائے تھے:-“

”اس میں کچھ سوالات ہیں ان کا جواب تھیں لکھنا ہے۔“
”میں آج کل بہت مصروف ہوں جاں۔“
”ڈنڈے بجانے کے سوا تھیں کیا مصروفیت ہو سکتی ہے۔“
”وہ سر دلچھی میں بوئے“ لوپکڑو۔ جواب میں حماقتوں مت پھیلانا۔“

”پھر تو آپ خود ہی لکھ لیجئے۔ یہم کے درخت سے انگور سرداہیں ہو سکتے۔“
”تکو اس مت کر د۔ یہ موقع تجھے خود بھی نہیں کر سکتے۔“
”تمہارے قلم سے کبھی کوئی ذمہ دار از تحریر نکل سکے گی۔“
”ماہم ابتدا اور پھر سے بن سے احتساب کیا کر د۔“
”مزاح اور پھکڑن میں بڑا فرق ہے۔“

”یہ آپ تو کیا معلوم“ میں نے انھیں نرم دیکھ کر کہا۔ ”مزاح علم و منطق کے کامٹیں میں نہیں تلتا اسے تھھنے کے لئے فطری صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ دیکھنے خنگی کی بات نہیں میرا مطلب ہے، کہ صلاحیتوں کی تہر طرح کی آپ میں بھی ہیں مگر یہ نئیں قسم کی سنجیدگی یہ وجہ ہے کہ پھر اپنے اندماز غفر۔۔۔۔۔“

”چپ ہو جاؤ۔ تم چاہئے ہو میں بھی تمہاری طرح گدھاں جاؤ۔ خوب سمجھ لو یہ سوال و جواب اسی پارچھنے ہیں۔“

”آپ یہ ترخال فرائیے کہ تازہ تجلی میں میں نے رضیوان آباد کے ٹھیکنے والی یتیم خانہ پارٹی کا ذکر خیر کرنے کا وعدہ کیا تے۔“

”کیا ہو گا۔ تمہارے وعدوں کی حقیقت سب جانتے ہیں۔“
”یکس جاں بچل کی طاک تو آپ کا عنوان ہے۔“
”مجھے کیوں کا نٹوں میں گھسیتے ہیں۔“

کے نت نت زاویتیں اور بگڑے غصہ، ملال، تحریرتی ری
سبھی کچھ اجسٹ تا دبا نظر آ رہا تھا۔ ایک طویل سانس لیکر وہ
نمہنا ہیں:-

”حیرت ہے بھیانے اس استفسار کو لائق اعتنام کیسے
سمجھ لیا میں تو اسے چوتھے میں رکھ دیتی۔“

”اب رکھ دو۔ میری جان چھوٹ جائے گی۔“

”ہائے اللہ اب تو بھیا مار ہی طالیں گے۔“

”پرواہت کرو۔ میں فوراً سراغ لگا کر انھیں حوالہ
پولیس کر دوں گا۔“

”آپ خود جلا دیجئے۔“

”میں تھیں یوہ نہیں دیکھ سکتا۔ تمہیں تو وہ شاید فقط
گلگھونٹ کر آرم سے قبر میں سلا دیں، مگر مجھے تو پی کی دم سے
باندھ کر سڑکوں پر گھسیتے پھریں گے۔ نہیں خط ضائع کرنے کا
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”پھر تو جواب لکھیے۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہی لکھر
سلکتے ہیں کہ شریعت میں الیٰ ان ترانیوں کی کوئی قیمت نہیں
مگر کون آپ کی بات مانے گا۔ اللہ والوں کے مکاشفات کے
آگے شریعت بخاری کو کون پوچھتا ہے۔“

”یہی تو آفت ہے۔ تھمارے بھائی صادر نے بھی شاید
اسی لئے میرے سری یہ بلاطی ہے کہ اکھوں نے اگر قسر آئی
حدیث سے جواب دیا تو اللہ والوں کی ذریت کے کافروں پر
جو سن تک نہیں رینگے گی۔“

”اور کیا۔ آپ اپنے علم تصوف کے جو ہر دھکائیتے۔ یہ
صوفیوں سے روپ ضبط آخر کب کام آئے گا۔“

”اچھا ہی۔ اب تم بھی مسکال گاڑا گی۔ پرواہنہ، میں
بھی حضرت کشافت علی کی خدمت میں جاتا ہوں۔ وہاں اگرچہ
موڑ میں ہوتے تو ایسا جواب دیں گے کہ تم اور تھمارے بھیتا
عشعش کرتے پھریں گے۔“

”ضرور جاتے، مگر کھانے کے وقت آجائیئے کا جھسے ہیں
سلیٰ کے گھر جانے ہے۔“

”کیوں وہاں کیا لڑ دبڑ رہے ہیں؟“

”بھیتی سے خوشید آتی ہے۔“

”خوشید کون؟“

”اڑے وہی خالو شمس الزان کے چھانیں الدین کے
چھوپاڑا بھائی کی لڑکی۔“

”معاذ اللہ۔ کتنی بار سمجھایا ہے کہ میرے سامنے رشتیوں
کی انسانیکو پیٹا بھوکارہت سیخا کر دے۔ کیوں نہیں کہتیں کہ
میاں تیس احمد کی لڑکی نہ تھی۔“

”اوہ آپ کو بھی نک یاد ہے یہ نام۔ میں بھی تھی بھول
گئے ہوں گے۔“

”غلط بھی تھیں جھوٹے اپنی تاریخ پیدا آش تک یاد ہے۔“

”دیسے خرد جیسی لڑکیوں کو آسانی سے بھلا کیا بھی نہیں جاسکتا۔
کیوں؟“ ملان بھٹھ مشتبہ نظریوں سے گھوڑتے ہوئے
بولیں۔

”بس یوں ہی۔ تھیں یاد ہو گا کہ جب پہلی ہی یاد رہ ہمار
یہاں آئی تھی تو تھوڑے بڑی۔ میں تھی باتیں کی تھیں۔ لیکن
جب تک وہ باتیں کرتی رہی میں اس کے لمبے لمبے ناخنوں کو
دیکھتا رہا تھا۔ یاد ہیں نا اس کے ناخون؟“

”یاد ہیں مگر آپ اتنی جرسی کے ساتھ اس کا مطالعہ
کیوں کرتے رہے تھے؟“ ان کی آواز میں شک کا شعلہ کا پ
رہا تھا۔

”اکیں اپنی سلطخ پر سنبھل بخت نہ پوچھو ناخون ہی
کیوں خاص طور پر پیری آنکھوں میں سما کئے تھے۔ بھتی کے
ایک ہوٹل میں تھیں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا
تھا کہ ایک ادھیر طرع کے خوش پوش بزرگ اپنی گرل فرینڈ
کے ساتھ ناؤ نوش میں مشغول تھے کہ اسے میں ایک عورت داخل
ہوئی جو خیر سے ان کی بیوی تھی۔ وہ پڑے فرش ایک لباس
میں بھی اور اس کے ناخون۔ خدا کی پشاہ۔ پہلے تو میاں
بیوی میں تو تو میں میں ہوئی پھر گرل فرینڈ بھی پیچ میں لوٹ
دونوں عورتیں ایک دوسرا سے پیٹ پڑیں۔ ایک نہ گھمہ
کھڑا ہو گیا۔ معاملہ عورتوں کا تھا اس لئے پیچ جاؤ کر اپنے
کی بھی کسی مرد میں جرأت نہ ہوئی۔ دفعناً گرل فرینڈ کی نہ تھا۔

کی تعریف کرتے ہیں مگر میں جب اس کی طرف رہ جانی تو وجہ کرتا ہوں تو وہ مجھے سخن نظر آتا ہے۔

واقعہ نمبر (۳) :- اس صفحہ میں ایک اور واقعہ بھی خالی از فائدہ نہ ہو گا۔ ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم دین جو تم حاکم اسلامیہ کی محرومیتی ہیں اور بیک وقت اس زمانے کے دو اقطاب زماں کے خلیفہ جماں میں لاہور آئے ہوئے تھے وہ حضرت احمد علی سے ملنے کرتے مسجد شیروالہ تشریف لائے تو آپ اُنھیں اپنے جو بے میں لے گئے آپ نے اندر لے جا کر ان سے کہا کہ اہل اللہ کے طرق سے ذرا امیر سامنے توجہ کر کے مودودی صاحب کی ایمانی کیفیت کا جائزہ لیجئے۔ چنانچہ جب انھوں نے حضرت قطب زماں مولانا احمد علی صاحب تھکم کے مطابق مودودی صاحب کے قلب کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا اور ایمانی حالت کا اندازہ کیا تو اُنھیں اس امر کا مشاہدہ ہوتا گیا کہ مودودی صاحب سرسے سے ایمان سے خالی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اُسی دن سے مودودی صاحب سے راد و سرم ناک بند کر دیتے کا وعدہ کیا۔ اس طرح ایک اور شخص کو بھی حضرت مودودی صاحب کا مشاہدہ کر دیا تھا۔ فقط السلام۔

اس استفسار کا شایان شان جواب حاصل کرنے کی نکریں عاجز گرد نہ لٹکاتے چلا جا رہا تھا کہ مولوی محمد زادہ مل گئے۔

”کہاں بھاگے جا رہے ہو ملّا۔ تم تو یار یا کا چاند ہو گے۔“

”بہت پریشان ہوں مولانا۔ اس وقت جلدی ہے اجازت جا ہوں گا۔“

”ہرگز نہیں۔ ہم تو تھیں ڈھونڈ پی رہے تھے۔“

”خیریت؟“
”آؤ ادھر ہو ٹھل میں بیٹھیں اطمینان سے باقیں ہوں گی۔“
چند لمحے بعد ہم ہو ٹھل کے ایک الگ سے گوشے میں گلا جائیں اور سکوسوں کے ساتھ چار کا شغل گمراہ ہے تھے۔

دردناک صحیح سے ہو ٹھل کی فضیلا جھنچانا اٹھی اور لوگ یہ دیکھ کر کانپیگئے کہ اس کی ایک آنکھ دوسری عورت کے لمبے ناخون نے باہر نکال لی ہے! — میں بھی وہ ہولناک نظارہ نہ بھول سکوں گا۔“

”جائے کب کب کی باتیں آپ نے یاد کر رکھی ہیں۔“
”بہت عاجز ہوں میں اپنے حافظے سے۔ جو بات حص جا قی ہے نکلنی ہی نہیں۔ خیراب میں چلا۔“

حضرت کشف علی کے کیا ہے۔ مگر اس سے پہلے کہات آگے جملہ ناظرین باتکیں وہ استفسار ملاحظہ فرمائیں جسکے سلسلہ میں یہ سارا چرخہ چل رہا ہے مستفسر پاکستان کے ایک مسلمان بزرگ ہیں۔ انھوں نے اپنے ایڈیٹریٹری جلی کو خطاب لیتے ہوئے ذیل کا ولانہ نامہ ارسال فرمایا ہے۔

السلام علیکم!

مندرجہ ذیل تین واقعہ قطب زماں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے نام سے مشہور تھمیت حضرت مولانا علام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ جمیعت علماء اسلام دمیر صوبہ باتی آسمبلی مغربی پاکستان نے روزنامہ امروز لاہور ”کے شیخ التفسیر“ میں شائع کرائے ہیں جن کی شرعی حیثیت مطلوب ہے؟

واقعہ نمبر (۱) ایک بار حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک شخص مر گیا میں نے کشمی حالت میں دیکھا کہ وہ ایمان سے خالی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے بھائی کو ملائکہ اپنا فرض پورا کیا اور اسے بتایا کہ تھارے بھائی کا جیسہ ہوا ہے لہذا مودودیت سے تو بہ کرو۔

واقعہ نمبر (۲) :- ”مناظر اسلام“ میں حضرت مولانا حسید اختر راوی ہیں کہ وہ آگرہ سے جماعت اسلامی میں اسلام آباد پھان کوٹ جانا چاہتا تھا راستے میں لاہور وہ اپنے استاد مکرم حضرت شیخ التفسیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ حضرت آپ کا جماعت اسلامی کے متعلق کیا خیال ہے؟ حضرت نے فرمایا بھائی لوگ تو مودودی صاحب

"دیکھو دامت" دعست اخنوں نے بڑی لگادٹ کے ساتھ فرمایا۔

"آج ایک کام تم سے آپڑا ہے انکاروت گزنا معلم قوم و ملت کے مقاوم کا ہے ہمارا ذائقہ نہیں۔"

"قوم و ملت کس جرطاً کا نام ہے قبلہ یہ علام کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تاہم آپ حکم صادر کیجئے۔"

"حکم نہیں ملنا ہما حب الماس..... یہ لیجئے تا حضرت شیخ برہان الدین سے ہیں اور قوم و ملت کے مقاوم میں ہیں ان ہی سے ایک کام آپڑا ہے۔"

"بھر قوم و ملت — یہ الفاظ میری بھروسے بالا ہیں جاب آپ معاشر کی بات کئے۔"

"معاملہ..... دراصل وہ تو آپ کو معلوم ہے تاکہ مولانا حفظ الرحمن کی وفات کے بعد اب جمعیۃ العلماء کی صدارت کا انتخاب ہو رہا ہے یہاں تاکہ معاملہ ہے

تمام باقاعدہ بزرگوں کا متفقہ میصلہ تو یہ تھا کہ مولانا خواجہ

صاحب کو صدر رکھا جائے۔ آپ جانتے ہی ہیں وہ حضرت مولانا بدیٰ کے جانشین ہیں اصح الکتاب بین کتاب اللہ

بخاری کا درس دیتے ہیں۔ صاحب باطن ہیں۔ محدث بزرگ ہیں۔ ہر اقربار سے ہی صدارت کے حقیقی ہیں،

لیکن بعض شرپسندوں نے مفتی عقیق الرحمن کا نام لھڑا کر دیا ہے۔ اب بتائیے کہاں مولانا خواجہ الدین جیسا مرد جلیل اور کہاں مفتی عقیق الرحمن۔"

"بے شک میں نے پائے کا گھونٹ بھرتے ہوتے کہا" آپ مولانا خواجہ الدین ہذا کو صدر بنائیے مفتی صاحب کو درٹ کون دے گا۔"

"پھر تو مصیبت ہے مل صاحب قوم اندھی ہے دو حضرت شیخ الحدیث کی افضلیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔"

"اے دا آپ مفتی صاحب کے مغلن کفر کافتوںے نکلوادیجے۔"

"نکلوادیتے مگر آفت تو یہ ہے کہ ایسا ہی فتواء

ہمہ ائمۃ شیخ الحدیث کے بارے میں بھی خالق پاری نکلو سکتی ہے۔ اب مودودی وغیرہ کا معاملہ تو ہے نہیں کہ عموم ہماری بھی نہیں ان کی نہیں۔"

"ہوں۔۔۔ یہ دفعہ دشواری ہے۔۔۔ مگر ایک اور ترکیب سمجھیں آتی ہے۔۔۔ آپ پوستروں میں

دو لوگ کے غرض شائع کریں اور عنوان دین۔۔۔ داڑھیاں ملا حظہ ہوں۔۔۔ ظاہر ہے حضرت شیخ الحدیث کی مفصل داڑھی کے آگر مفتی صاحب کا چراغ گنی ہو جائیگا۔۔۔"

"یہ پہلو پوستروں میں نہ ہی بلکہ حصہ صحبتوں میں ہم لوگ غایاں کر جائے ہیں مگر آپ وجانتے ہی ہیں مودودیت بڑی طرح پھیل گئی ہے۔۔۔ اکثر عموم یہ صاف ہی بات مانتے کو تیار نہیں ہیں کہ جس کی داڑھی بڑی ہے وہی بزرگ بھی طڑا ہے۔"

"وہ ایسی ہی سرے۔۔۔ مگر علام اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہے۔"

"بہت سچ کر سکتا ہے۔۔۔ یہ مل حفظ کیجئے۔"

الخطوں سے پر جی سنتے۔۔۔ کچھ کا غذات نکال کر میرے سامنے رکھ دیتے۔۔۔ غالباً متعدد پوستروں کے مسودے تھے ان میں سے ایک کی طرف الخطوں نے خاص طور سے اشارہ

کیا۔۔۔ سے پڑھ کر اپنی طبیعت صاف ہو گئی۔۔۔

اس میں پہنچنے تو ملک و قوم کا مفصل تذکرہ تھا پھر جمعیۃ کے مقدس کا زاد عظیم خدمات کا یان پھر حضرت مولانا خواجہ الدین کے او صاف حمیدہ پر کئی سطریں صرف کی گئی تھیں۔۔۔ پھر وہ خاص حصہ تھا جسے آپ صاحب تحریر ہی کے الفاظ میں سنتے۔۔۔

"۔۔۔ تو صاحبان صدارت کے لئے الگر مفتی عقیق الرحمن کا نام آرہا ہے اور بے خلک وہ بھی بنظاہر

بڑے داشت مندا رہ صاحب بخیر بزرگ ہیں لیکن کام اہل اللہ تسبیح علماء کی توجہ ایک خاص واقعہ کی طرف منطف ہوئی ہے جو یہ سچے لئے جیعت کے ایک صاحب نسبت بزرگ خواجہ نفیس الدین خالقہار نو شیر تشریف یکٹے۔۔۔ آپ

"اسی کے مسلسلے ہیں تو آپ کو حضرت دینا چاہتا ہوں آپ جانستہ ہی ہیں لکھن شیخ برہان الدین کا بھی کافی افرم ہے جمعت کے بہت سے افراد ان کے مرید ہیں۔ ان کی تصدیق ہو جائے تو پورا طریقہ مکمل ہو جائے گا۔"

"ذکر الحجۃ تصدیق ہے۔ ہب مکاشفہ انھیں بھی ہو گیا۔ ہب تو تصدیق ہیں کیا اعذر ہو گا۔"

مولانے مجھے بڑی شفیق نظر دوں سے گھوڑا پھر سکر کرے پھر ایک گلاب جامن پیش کرنے ہوتے ہوئے بولے:-
آپ سے کیا پردہ ۔۔۔ شیخ صاحب الگرتو جدیں تو یہ کہا
انھیں ضرور ہو گایں لیکن ابھی انھوں نے توجہ نہیں دی ہے۔ آپ
اگر دیگر اہل اللہ کے مندرجہ کا شفات دھولا کر ان کی تصدیق
لے لیں تو کام مکمل ہو جائے گا۔"

"یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ مرافقہ کرنے کی صورت
میں جو کچھ شیخ صاحب پر منکشت ہوتا ہے آپ پس پہلے ہی طے
کر دیلے ہے؟" میں نے تحریر سے کہا:-

"پھر کیا حرج ہے۔ ارسے یار بات تو ہر عال ایک
ہبی بزرگ کے مکاشفے سے تحقق ہو گئی۔ اب اگر شیخ برہان الدین
بھی تائید کر دیں تو کیا قیامت ہو جائے گی۔ بات کچھ کاڑ۔
ملک و ملت کی فلاح کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

"ہوں۔۔۔ مگر جناب ہمارے شیخ برہان الدین تو
کشف و کرامت کے آدمی نہیں ہیں۔"

"نہ ہوں۔۔۔ بزرگ تو ہمیں انھیں تم سمجھا سکتے ہو کو۔۔۔
۔۔۔ ارسے یار تم تو خود عقلمند ہو۔۔۔ صرف بھی کچھ ہو جائے
تیڈر نہیں۔۔۔ لو یہ رکھو۔۔۔"

دس دس کے دن بُوط انھوں نے طریقہ۔۔۔ مجھے
پل بھر کچھ کچھ ضرور ہوئی، لیکن پھر یہ سوچ کر قبول کیتی کہ
مال قوم کا ہے۔ قوم اپنی ہے، ہم قوم کے ہیں، قوم جمیعت کی
ہے۔ جمیعت کا بیٹا بغیر شیخ الحجۃ کی تصریحات کے پار ہیں
ہو سکتا۔ تصریحات کی بائی ڈور اگر مفتی عین الرحمان کے ہاتھ
میں جلی گئی تو کاسے دیوں کا سایہ ساری قوم کے چہرے سیاہ
کر دے گا اور سیاہ جو دن پر سفید و اڑھیا رہی کرتی تسلی

جلتے ہی ہیں کہ اس خانقاہ کے سجادے حضرت زیدۃ الادبیا
متعددۃ الاقیام ابدال زبانہ شیخ سراج علی نقشبندی کیس
پائے کے بزرگ ہیں۔ خواجہ نقشبندی عین الرحمان نے شیخ سے عرض
نیکیا کہ بزرار و حالی طریقہ پر بھی تحسین ہے لیکن کاشیخ الحجۃ
مویں نما خداوندین اور مفتی عین الرحمان میں کون جمیعت کی
تصدیقات کے لئے زیادہ میزدھ رہے گا۔ اس پر شیخ نے
مرافقہ فرمایا اور سولہ منٹ چھ سکنڈ کے بعد رکا شفہ بیان
رسرا یا کہ بھائی مفتی عین الرحمان بظاہر تو واقعی نہایت
نیک اور فہیم انسان نظر آتے ہیں لیکن بارگاہ مریبی میں ان کا
ایمان مقبول نظر نہیں آتا۔ فرشتہ میرکا بیل نے عزرا ایں سے
با تکلی صاف لفظوں میں یہ بات کہی ہے کہ مفتی عین الرحمان
کی روح پر کالے دیوں کا سایہ ہے جس کی وجہ سے ان کے کسی بھی
عمل خیر کو فوراً نیت میسر نہیں ہے۔ اس کے برخلاف شیخ البیت
کا بزرگ حیاقدیسیوں میں بڑی عظمت کے ساتھ ہے۔ انکی معیت
کا سوچ تو حور دی میں بھی بہت پایا جاتا ہے۔ والدائن بالصوبہ
اس عمارت کے بعد شیخ سراج علی کی تصدیق بھی
ہے ایں الفاظ ثابت تھیں:-

"فیقر ہرگز ہرگز کسی کی تحقیق پر نہیں کرتا لیکن یہ معاملہ
ہونکہ قوم و ملت کی فلاح کا ہے اس لئے میاں نقشبندیوں
کے اعزاز پر یہ بھور ہو کر کشف کی طرف توجہ رکوز کی اور
جو کچھ منکشت ہوا اب تکا رہ رفاه عام نشر کر دیا فیصلہ
المؤمنین و ہو المستعان۔"

اس کے بعد دیں اور بزرگوں کے ایسے ہی اکتشافات
درج ہمدون سخجن کا لب بباب یہ ہتا کہ مفتی عین الرحمان
کو مسدر دنایا ترا سب نہیں، لیکن ان کے قلب درج مسخ
ہو چکے ہیں اور کہ امام کا تبین نے ان کے ۱۴ الی خیر کو اعانت
میں درج ہی کرنا چوڑ دیا ہے کیونکہ کیا فائدہ اندر اراج سے جب
ان انعامیں میں فوایت ہی نہیں۔

"آخرین شیخ برہان الدین کا بھی ہی کو الہی کا مکاشفہ
درج ہمدون کے اگرچہ یقیناً الفاظ نہیں تھے۔

"یہ کیا ماتھے ہے؟" یہ نے موہانا صدر الریس سوال کیا

”خود جی تو نیز نا ممکن ہے۔ یہم نہ ایسا انتظام کر لیا ہے کہ
تمہارے دروازے ہے گا۔ تم یا رہیشہ ہم سے کھاپی لیتے ہو گری خود
سچھی کچھ نہیں طھاتے۔“

”کھلاوں گامولانا گلے کھلاوں گاڑا وہ مبارک

ساعت آئے دیکھے جب گل بہار منہ کا پہلا نعام فقط ایک
خوش نصیب کے حصے میں آئے گا۔ ذرا باتیے تو اگر اشارہ یہ ہو
کہ جان جاتے مگر میرنہ جاتے تو صدارتِ رحیم گے یا زار؟“

”خواہ خواہ دماغ چاٹتے ہو جب تک یہ نہ معلوم ہو کے
کاہیں کی صدارت کیسے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔“

”مان لیجھے جمیعت العلماء کی صدارت؟“

”کیوں مان لیں۔ بھاگ جاؤ تم سواتے بھیجا کھانے
کو اور کسی کام کے نہیں۔“

میں بھاگ گیا۔ حضرت کشافت علی کی جو یہی دو رہیں
تھی۔ آج ہاں خاصی ریل پیل نظر آئی۔ گاندھی کیپ والے
کتنے ہیں۔ ٹھہر پیش حاضر مجلس تھے۔ میلوی ذوالفقار۔ رہنیڑھ
بھل۔ دیکھی نہیں۔ صوفی بدر الزماں۔ بقول شخص مقامی
کا انگریز لپی جگہ گوشے حضرت کشافت علی کی بارگاہ میں بھیجی
تھے۔ چاۓ پانی کا دارا بھی ابھی احمد ہوا ہے۔ سب کے چہرے
نہایت شفاقت تھے۔

”کیوں بھی کیا اجراتے؟“ میں نے میاں رضا حسین
سے پرائیوٹی پوچھا تو یہاں کے خادم خاص ہیں۔

”میاں کو کشف ہوا ہے۔ ماری رات مصلحت پر کافی
ہے۔“

”کیوں اکشف؟“

”وہ جو بستہ پور کے حلقوں میں الیکشن ہو رہا ہے کل یہ
لوگ اسی کے سلسلے میں آئے تھے۔ ہاں کا انگریز کے مقابلے
میں ایک سلم لیکی کھڑا ہوا ہے۔ اکثر مسلمان اسی کو دوڑت
دیتے کی سوچ رہے ہیں۔“

”مسلم لیکی۔۔۔؟“

”اور کیا جب کا انگریز کے مقابلے پر کھڑا ہوا ہے تو
مسلم لیکی کے سوا کون ہو گا۔ میرا نے اسی کے بارے میں کشف

کے لیکچہ شق ہو جائیں گے۔ یہ سارا طوفان ان اگر عاجز کے بیس پر
تبول کر لیتے سے ملک سکتا ہے تو انھیں قبول کرنا بھی قوم و ملت
ہی کی نریں خدمت کھلاتے گی۔

پھر پوستر چھپ گیا۔ شیخ برہان الدین کا مرکا شفر بھی
اس بی معنے صدیقین موجود تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ جب شیخ
برہان الدین اس پوستر کو دیکھ کر خود بھی ہیق دق رہ گئے تو
مولیٰ صدرا الدین میرے تیجھے عصا لیکر دوڑے اور نہایت
تمددجی میں فرمایا۔

”خوبی وہ میں“ رد پے لوٹا ورنہ سر توڑوں گا۔
”فدوی کا سر عصا پر دوت ہے مولانا۔ مار کر دیکھیں آپکو
عصا دوسر اخیر ناپڑے گا۔“

”تم نے مردود ہیں دھوکا دیا۔ شیخ برہان اب ہر ایک
سے کہتا ہے کہ جوچے ایسا کوئی مکا شفر نہیں ہوا نہ میں تصدیق کی۔“
”کہنے دیجئے۔ پوستر ہزاروں کی نظر سے لگر چکا ہے۔ شیخ
برہان الدین اس کس سے تردید کرتے پھر ہیں گے۔“

”پھر ہم تھیں ان کی طرفے جھوٹ میٹ تصدیق
نہیں کرنا چاہئے تھی۔“

”تجھوٹ کیسا ہوا۔ حب آپ خود ہی کہہ چکے ہیں کہ
شیخ صاحب الامر اقبال کرتے تو تیجھی وہی نکلتا جو درسرے
بزرگوں کے کشافات کا نکلا ہے پھر جھوٹ چہ معنی دارد۔
— اب توقیناً شیخ الحدیث صدرین ہی جائیں گے۔“

”تحار اسرین جائیں گے تھیں ہمیں معلوم مفتی عین الجن
کے حامی لکھنے جالا کہیں۔ وہ دارالحکم کی تقدیم اور درس
حدیث کی علمیت سے لوگوں کا دل پھیر کر یہ اچھائے پھر رہتے
ہیں کہ نیادی امور میں حقیقی صاحب یہیں اور ویسے ہیں
ڈبل پیسے ہیں۔ اُنھیں لعنت بھیجو جائیں گے سب جنم میں،
چلتم تو چاۓ پڑا۔ آج کا مل نکھایے ذمے رہے گا۔“

”بابت کے۔ نہیں مولانا آج تو اگر جیب میں پسے موت
تو یہ ضرور خرید لانا گوئے صدارت سے حضرت شیخ الحدیث
کی خود نیجھے سے انہیں دیکھی جاتے گی۔“

کیا ہے۔

”کشف کیا ہے۔“

”جی ہاں۔ یہ سب لوگ آتے تھے کہ سفت پورے
حلقے میں میان کا بہت چرچا ہے۔ اگر میان نے کوئی اچھا
کشف کر دیا تو مسلمان بھائی مسلم بھی بدعاش کے بھرے میں
آنے سے بچ جائیں گے۔“

”پھر؟ پچھلے کشف کیا؟“

”کیوں نہیں کیا۔ رات بھر مصلی پر سجدے میں پڑے
رہے ہیں تین سوتیرہ روپے سو ایگارہ آنے کی تو زارگی ہے۔“

”اللہ بکسر پھر کیا پتا چلا؟“

”وہی کہ مسلم لیگیا ظاہر میں مومن باطن میں کافر ہے۔
کانگریس پالٹی کو اور پرداوں میں بڑی مرغوبیت حاصل ہے۔“

”مرغوبیت۔“

”پتہ نہیں میان نے ایسا ہی کوئی لفظ کہا تھا۔ وہ بھی
کہا تھا کہ بڑے پیر صاحب اور غوث عظم ستیگر بھل کانگریس
ہی کے گروٹ کو ڈکھٹ مان رہے ہیں۔ ایک سو زاداں کانگریسی
وزیروں کی مدد کے لئے اللہ یا کسے مقرر فرمائے ہیں۔“

”فقط ایک سو لو۔“ میں نے حیرت ظاہر کی ”باتی
وزیروں کا کیا ہو گایا؟“

”باتی کا انتظام شاید مخدوں کے پردے ہے۔ ہمیں
ٹھیک یاد نہیں رہا آپ لا الہ بیک نندن سے پوچھنے والے
کشف کا اشتہار لکھ رہے ہیں۔ پوری خبر سفت پورے کے اخبار
حق کی پکار میں پچھے گی۔“

کافی در بعد صونی کشافت علی کی خدمت میں باری باری
کا موقع مل سکا۔ دست سبارک کو پوسدینے کے بعد میں
خطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پڑھا اور سکر انکھیں لگے
”یہ تو بالکل حق ہے۔ گیا پوچھنا چاہئے ہو۔“

”مشتعل چیزیں؟“

”مشتعل چیزیں کسی مولوی سے بچھنی تھی“ وہ برا سا
مُخہبنا کر کر ”ہم تحقیقت بتائیں ہیں۔“

”وہی مطلب ہے۔ مولا نامود دری بظاہر مسلمان اوری
لیٹ کر گھر آیا تو ملائی نے بڑے پر شوق انداز میں
پوچھا۔“

”کہیں کیا کر آئے؟“

”نظر آتے ہیں مگر یہ کشف...“

”اُرس بظاہر کی کیا حقیقت ہے۔ سب کچھ تباطن
ہے۔ حیرت کر دیکے کہ ہمارے وزیر عظم پنڈت جواہر لال
ظاہر میں خدا کے منکر ہیں مگر عالم باطن میں جب ان کی
حقیقت و مقام کا جائزہ لیا گا تو منکشف ہوا کہ فنا رائے
ملحدین کی فہرست میں ان کا نام ہی نہیں ہے۔ اکابر اہل اہل
ان کے اعمال حسنے میں نور ایمت ملاحظہ کر رہے ہیں۔“

”مگر حضرت۔ کفار کے اعمال تو سنا ہے جو
ہو جاتے ہیں۔“

”بے شک ہو جاتے ہیں مگر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ
شخص ایمان لا کر رہے گا۔“

”یہ شخص۔۔۔ لعنتی پنڈت جواہر لال؟“ میں ری
آنکھیں بھی کی پھٹی رہ گئیں۔

”ادوکون۔۔۔ اُرے جران کیوں ہو۔۔۔ ہم تو فرعون
کی مغفرت سے بھی نا امید نہیں۔ آخر قرآن ہی میں تو ہے
کروہ آخر وقت میں خدا کا قائل ہو گیا تھا۔“

”جی ہاں جی ہاں۔ شاید اسی لئے صونی بخان ایک
دفعہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے خود فرعون کو جنت میں داخل
ہوتے دیکھا ہے۔ فاروی عق्द میں اگر ان سے امر طراحتا۔“

”خبردار صوفیا سے مرکشی نہیں کیا کرتے صونی بخان
بھی اور پچھے درجے کے اولیاء ہیں۔ ان کے کشفوں کو تو ہمارے
شیخ حضرت خواجہ عبد القادر جیلی فی رضوان اللہ علیہم گھی
سند مانتے ہیں۔۔۔“

”علیہم۔۔۔“

”ہاں ہاں۔ تم کیا جانو وہ ایک میں ہزار ہیں اور ہزار
میں ایک۔ جاؤ اب ہم سوئیں گے رات بھر مصلی پر
رہے ہیں۔“

”لوٹ کر گھر آیا تو ملائی نے بڑے پر شوق انداز میں
پوچھا۔“

”کہیں کیا کر آئے؟“

رجمہ اللعلیمین

سیرت رسول پیر قاضی سلیمان منصور پوری کی وہ شہرہ آفاق کتاب جو مدت سے کیا بھی اب بھر حاضر ہے۔ تازہ ایڈیشن۔ اس سیر حوالہ کتاب کے لاجواب اور مستدر ترین ہونے پر تمام علماء کا الفاق رہا ہے۔ سوز و درد سے لبریز انداز بیان۔ مکمل تین جلدیوں کی قیمت بین روپے۔

بدعت کیا ہے؟ (جو تھا ایڈیشن)

سفت کی حیات اور بدعت کے رد میں وہ شہرہ آفاق کتاب جو آپ کو اس موضوع کی ہر کتاب سے بے نیاز کر سکتی ہے تمام مروجہ بدعات کی تجھ کنی فولادی دلائل اور اعلیٰ شواہد کے ذریعے۔ مجلد تین روپے۔

تفسیر سورہ نور

قدم قدم پر کام آئے والی اخلاقی تعلیمات مشتمل سورہ نور کی فصیح و بلیغ، حقفانہ، عام نعم اور وجدانگیز تفسیر۔ از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔ چار روپے۔

لطائف علیمہ

عظمی حدث ابن الجوزی کی شہرہ آفاق تایف۔ کتاب الادذ کیا تو کاسلیں اور دو ترجمہ۔ اس نادر کتاب میں عقل و فراست اور علم و ذکاوت کے دلچسپ ترین لطائف جمع کئے گئے ہیں۔ مجلد پانچ روپے۔

کیا ہم مسلمان ہیں؟

شمس نوید عثمانی کے ایمان افراد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ رشحت قلم کا حصین جمیع عوام ہر صفحہ میں قابلِ رشک مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ قیمت مجلد سو اور روپے۔

مکتبہ بھائی - دیوبندیو - بی

”اپنے وزیر اعظم کو جنت میں داخل کرایا۔ تھیں درخ میں بھجوں گا۔“

”کیا بات جھلاتے ہوئے آئے ہیں؟“

”پھر کیا خوشی سے ناچوں۔ فرعون جنت میں بھی چلا گیا اور تم یہاں جھک مار رہے ہیں۔“

”اچھا بھی میں کچھ نہیں پوچھتی۔“

”کیا ہم اسی ایعنی طلاق دیجا چاہتی ہو۔“

”تو ہمیری۔ آپ تو زبان کو لگا ہی نہیں دیتے۔“

”ٹھیک ہے۔ میری ناک میں سوراخ کر کے رستی الد

اور بھیتا سے کھواؤ سے پکڑ کے ٹاک کرتے پھر اکریں۔“

— معاذ اللہ اسا استفارہ میرے سردار ہے کہ سرہ پواڑ میں ملکرا کروں مگر جواب بھجوں نہ آئے۔“

”سیدھا سادا جواب لکھ دیجئے۔ مولانا اشرف علیؒ نے تو بہشتی زیر میں یہی لکھا ہے کہ کشف والہم جنت نہیں

ہے۔ آپ بھی اسی کا حوالہ دیجئے۔“

”یہ حوالہ تھمارے بھیا بھی دے سکتے تھے۔ پھر میرے

گلے میں پھن رکبوں ڈالا۔“

”اب ہر کیوں کا جواب تو میرے پاس نہیں ہے۔ میں

زیادہ سے زیادہ یہ کہ سکتی ہوں کہ آپ سرمیں تسلیم الدُّنْ

شاید دلاغ کچھ جل نہلے۔“

”تاں ہاں تم تو جا ہتی ہی ہو کہ میرا داعی چل جائے اور

تم کسی پالتو کے کی طرح میری گردن میں پیٹاڈاں کر سہیلیوں کو

دھکلاؤ کر کے ہیں میرے شوہر خیں میں اولاد کی طرح بال رہی ہو۔“

”خدا آپ کو ہدایت دے یہ کس کس کا تیبا جھوپ پر اترے ہے

ہیں، نہیں جواب بن آتا تو اپس کو دیجئے بھیا کو خط۔ جملے

تھیں سے کیا فائدہ۔“

”میں مولانا مودودی کی طرح تھا کہ بھی حضرت

کشاف علی سے ہمیں میں بھجوں گا۔ حضرت کسی لاہوری یا

ہزار روپی سے کم نہیں ہیں۔ تم مجھے زیادہ پیشان ملت کیا کرو۔“

”وزیر تھمارے لئے ہمیں ایسا کشف کراؤں گا کہ ایک ہزار برس نہیں بھیجے۔“

”اور موت کے پھوپھو پنج بیکی رہ ہوگی۔ روزا چاہا ہیوگی مگر منھ سے فوجی۔“

غلاف کعبہ کی کارگزاری کی رپورٹ

مولانا کوثر نیازی کنویز مکملی نے سب ذیل بیان ایک پریس کانفرنس منعقد ۲۴ اپریل ۱۹۷۳ء

کریں۔ یہ فیصلہ بھی ابتداء ہی میں کریا تھا کہ عورتوں کو الگ سروں کو الگ زیارت کرائی جائیگی اور مخلوط اجتماعات کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

حضوری یांغ میں نمائش

مکملی نے اسی پر ڈرام کے تحت حضوری یांغ میں سات دن غلاف کعبہ کی نمائش کی پہلے چار دن عورتوں کے لئے مخصوص تھے اور بعد کے تین دن مردوں کے لئے کیسی نئے خواتین کے دلوں میں زیادہ سے زیادہ پردے کا انتظام کیا۔ حضوری یांغ کے دنوں دروازوں پر پولیس اور اسکاؤٹس تنین تھے جو کسی مرد کو اندر داخل نہیں ہوتے دیتے تھے بادشاہی مسجد کے ہن گیوٹ کی سریعیوں پر کمی پولیس و ہجود ہی کمی تک مسجد دیکھتے دلوں میں سے کوئی شخص حضوری یांغ میں نہ آئے پائے عورتوں کو نظم، ضبط کی تلقین کرنے اور خلاف شرطیت حرکات سے روشنے کے لئے مکملی کی طرف سے تعلیم یا نہ کارکن خواتین کی ڈیوبیسیاں لگائی گئی تھیں بادشاہی مسجد کی دھونگا ہوں تاکہ خواتین نگاہی کمی تھیں تاکہ دیاں سے کفرے ہو کر حضوری یांغ میں نہ چھانکا جاسکے غرض مکملی کی طرف سے مخالطا احتیاج کو روشنے کی سرہمندی تدبیر کی گئی اور ہمارا دخونی ہے کہ خواتین کے لئے اس نمائش میں یہ رہے کہ جو اہم کیا گیا تعاویہ ہمارے پابند شرطیت گھروں سے بھی ہیں بڑھ کر تھا۔

جلسہ عام اور جلوس نمائش کے بعد مکملی کی طرف سے

۶۲ ہر جزوی کوہ مصان المبارک سے صرف ایک دن پہلے تقدیر پر لامپریں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے غلاف کعبہ کی تبلیغی انتظام کا انتظام فرمایا تھا اس موقع پر لامپری کے ممتاز شہروں کی ایک نمائندہ مکملی تشکیل بری گئی تھی جس میں بریلوی، دیوبندی، الحدیث اور شیعہ مکاتیب نظر کے طلاوہ لاہور کا رپورٹریں، بنیادی چھوڑ بیویوں، تجارت، طلبہ اور میڈیا اسٹریز ایسوسی ایشن کے نمائندے بھی شامل تھے مکملی کی تشکیل کا مقصد یہ تھا کہ غلاف کعبہ کی زیارت اور شہزادیانہ شان روائی کے سلسلے میں اہل وطن کے دلوں میں جو بے پناہ جذبہ پایا جاتا ہے وہ غلط راستہ اختیار نہ کرنے پائے اور حدود شرعی کے اندر رہتے ہوئے تنقیم کے ساتھ اس کام کو انجام دیا جائے۔

مکملی کے احلاں

مکملی نے اپنے زانفر نسبی کو اجماع دیتے کے لئے سات احلاں بنائے جن میں مکملی کے ارکان کے علاوہ دوسرے اہل الرائے اصحاب کو بھی شوہریت کی زحمت دی جاتی رہی خدا کا شکر ہے کہ مکملی کا مل اتفاق رہنے کے ساتھ فیصلے کرنی رہی اور اس کے ارکان نے اس کی بجا آوری میں شبستان روز مخت سے کام لیا۔ ابتداء ہی میں یہ ملے کر لیا گی تھا کہ بارٹ اور جلوس سے متعلق امور میں یہ حدود الہیہ کی کامل پابندی کی جائے گی۔ اور لوگوں میں یہ جذبہ پیدا کیا جائیگا کہ وہ جس گھر کے غلاف کو اتنی عقیدت اور محبت کا اہماد کر رہے ہیں۔ اس گھر کی زیارت

طرف سے کسی خلاف مژویت حکمت کی اجازت نہیں دی مصارف کا انتظام

طرف سے کسی خلاف مژویت حکمت کی اجازت نہیں دی

طرف سے اس بات کا اظہار بھی ضروری بھجنا ہوں لے تکیٰ نے اپنے اخراجات کے لئے کوئی چندہ نہیں کیا۔ اگرچہ جمع کیا جاتا تو بلا مبالغہ غلاف کعبہ کی وجہ سے لاکھوں روپے جمع کئے جا سکتے تھے مگر ابھی نے جلد اخراجات کرو پئے اور ایں پر تقیم کر دیا۔ اور اس نے الشرک کے نفل و کرم سے ایک نہایت سخن نظریاتم کی اب بھی کمیٰ کے ذمہ بعض بل و اپنے ہیں لیکن چار ارادہ ہے کہ ان کی رقم بھی ہم حسب سابق ایں پڑالدیں گے۔ اور اس کے لئے دوسرے لوگوں کو تکلیف نہیں دیں گے۔ کمیٰ یہ یعنی اعلان کرتی ہے کہ اس نے غلاف کعبہ کے لئے کوئی نذرانہ جمع نہیں کیا تھا ہی نذر انوں کی وصہ افزائی کی۔

شکریہ

میں آخیر، کمیٰ کی طرف سے لاہور کے زندہ دل شہریوں اور اخبارات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کمیٰ کے جلوپر گراموں کو کامیاب بنانے میں پورا حصہ لیا۔ کمیٰ خاص طور پر لاہور کے نیک دل پیش کشتر میاں محمد شفیع، سینٹر پرنسپلٹ پولیس جناب محمد یوسف خاں اور ڈک رزی، سسی مجریٹ چورھری غلام محمد ڈی۔ ایس۔ پی۔ سسی۔ شیخ ابرار احمد دالسی جیبریں لاہور، کار لوسٹن چودھری محمد حسین۔ ایں اسی۔ ادیٰ چورھری بیشرا جداد اور سویں ڈیفنس اور فیس۔ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے پر خلوص نہادن اور مددہ استثمارات سے تدم تدم پر سما راستہ دیا۔ ہم سسی مسلم نیک ہائی سکول سید مٹھا باند کے ہیڈ ماسٹر محمد عمر خاں سیکل کے بھاٹکر گزاریں جن کے اضاف اور اسکا ذہنس نے غلاف کی نمائش کے دوران نہایت قیمتی خدمات انجام دیں۔

اللہ کالا کوہا کوہا کمکھیے کہ دہ آئندہ بھی اسی ندوں و عطا سے اتنا بڑا کام لیا دعا کمکھیے کہ دہ آئندہ بھی اسی ندوں و عطا

غلاف کعبہ کے تقدس و احرام کے موہنوج پر موچی دروازہ کے تاریخی با غایبی حل عالم منعقد بیا گیا اور یہ حیثے اس خواجہ سے بڑی اہمیت دھتنا ہے کہ اس میں بریلوی دیوبندی اور شیعی علمائے کرام نے اتحاد اسلامی کا دل خوش کیا ظاہر کیا اور اس طرح ثابت کرد یا کہ وہ اپنے باہمی فروعی اختلافات کے باوجود ایک پلیٹ فارم پر مجمع ہو سکتے ہیں۔

دوسرا کے دن غلاف کعبہ کا تاریخی جلوس بخاکی میشی نے پہلے بھی سے اپیل کر دی بھی کذ خواتین اس جلوس میں شریک نہ ہوں جلوس کا یہ پہلو بھی لاہور کی تاریخ میں منفرد حیثیت دھتنا ہے کہ اس میں تلاudت کلام پاک کلمہ طبیہ اور تکریروں کے علاوہ کوئی نعمت تک نہیں لگایا گیا راستے میں کھڑے ہوئے لوگوں۔ نے کوئی نفرہ لگایا بھی تو لوگوں نے اس پر کان پیشیں دھرا ہجتوں یہ باخ سے سیکر ہوا میں اذہ تک جیب تراشی یا غنڈہ گردی کا کوئی منظہرہ نہیں بجا ہدیہ ہے کہ اس سادے راستے میں لاکھوں انسانوں کا مجمع تھا ملک احتراماً لوگوں نے سگریٹ تک نہیں پا جلوس کے راستے سے عام عربیاں اور نیم عربیاں بقایا ہے پشاوی گینٹینز بیلڈیو پر گھانے بند کردے گئے اور لاہور کی فضائیں کلمہ طبیہ کے درد سے گوچخ اٹھیں۔

حدود و شریعت

میں اس موقع پر کمیٰ کی طرف سے یہ مذہب کرنا بھی ضروری بھجنا ہوں کہ اس سے پہلے اہالیان قصور پورہ نے اپنی طرف سے ایک جلوس بخاک ادا کھا جس کے لئے کمیٰ نے کوئی اجازت نہیں دی بھی اس جلوس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اس نے غلاف کعبہ کی حیکر حفظت داتا تباخ بخش بخوبی رحمۃ الرضاعیہ کے سزا پر جزو نہیا یہ داعی بالکل غلط ہے یہ جلوس داتا دیوار کے راستے سے ہزور لگڑا تھا مگر مزاد پر غلاف سر زر نہیں چڑھا کیا۔ اس جلوس کے آگے باجا بجا کیں جیسا کہ وہ میں کہا جا رہا ہے اس جلوس سے یا بعض دوسری زیارتیوں سے جنکھا لوگوں نے اپنے خور پر ملا اجازت انتظام کیا کمیٰ کا کوئی لفڑی نہ تھی اور ہمیں الشوفی کے نفل و کرم سے فخر ہے کہ ہم نے اپنی

اہل حدیث مغربی پاکستان، مولانا محمد حکیم مسلم خطیب مسلم سید لاہور، چودھری محمد امین کونسل لاہور محمد عفرخان یسٹ مل صدیقہ ما سرزا ایسوی ایش، محمد یعقوب النصاری غلاف ساز لاہور اور دیگر طبقہ دھیال کے نامنده اصحاب موجود تھے۔

کے ساتھ میں اپنے دین بحق کی خدمت کرنے کی تفیق عطا فرماتے۔

نوٹ:- اس پرنس کا فرانس میں ڈینی کشور لاہور میاں محمد شفیع کے علاوہ مفتی محمد حسین نبھی مہتمم جامون پیغمبر حاجی محمد اسحاق حنفی ناظم نشر و اشاعت جمعت

چند لا جواب سائل "زندگی" کے سایبان مدیر مولا نامیتہ حامد علی کے علم و قلم محتاج تعارف نہیں۔ آپنے وقت کے تقاضوں کے عین مطابق مفید ترین مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جو چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں جھیتا رہا ہے تاکہ غربے غربی وی ٹھی فائزہ اٹھا کے اب تک درج ذیل کتابی چھپ کر آچکے ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ گھر بے علمی و عقلی مومنی عادات کو مصنف نے شستہ و پاکیزہ قسم نے عام ہم اور دل نشین بنادیا ہے۔

(۱) خدا کا انکار کیوں؟ قیمت ۳۲ پیسے (۲) کیا خدا کی ضرورت نہیں؟ ۳۲ پیسے (۳) ملک دین کے شہرات ۳۲ پیسے (۴) خدا پرستی الحمدیں کی نظر میں کی نظر میں ۳۲ پیسے (۵) ہندوستان کا دفاع اسلام اور فوج حرب کی روشنی میں ۳۵ پیسے۔

(قیمتیں معقولی مگر مضامین بیش بہی) **صحیح السیحر** اسر کا یاد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لاجواب کتاب "محققانہ مگر دچھپ مستند" تیج اور بیش بہی۔ سیرت کی کتابوں میں اس کتاب کو اپنا جواب پ ناتالیگا ہے۔ مجلد دش روپے۔

تین خاص نمبر

ترجان القرآن کا منصب رسالت نمبر۔ ساڑھے تین روپی تھلی کا خلافت نمبر۔ ایک روپی چڑاغ راہ کا سالانہ تیزائی۔ ڈر فہر و بیہ هر قسم کی کتابوں کا برا مرکز مکتبہ سچلی۔ دیوبند روپی۔

اصلاح سنتی مشہور کتاب حدیث کا سمن ابن ماجہ بہترین تجویہ۔ ترجمہ مستند اور عمدہ ہدیہ مجلد صرف بارہ روپے۔

الادب المفرد امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام الادب المفرد بخاری کی بیش سما کتاب جسمیں ہر دو اور ہر شخص کے کام آئندہ والی ہدایات پر مشتمل احادیث جمع کی جویں ہیں۔ اردو مع عربی۔ کتابت طباعت عمدہ۔ کاغذ گلزار۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

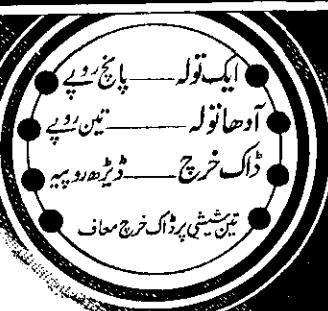
تحصیل مسلمین شاہ عبدالعزیز حمدہ دہلوی کے کتاب "مسائل اربعین" کا اردو ترجمہ۔ چالین مرتبہ بیعتوں کا رد مستند کتب فقہ کے حوالوں سے۔ مجلد دو روپے۔ **سوانح خواجہ معین الدین حاشی** حجبوں والuarفین حضرت خواجہ معین الدین حاشی کی اثر انگیز سوانح حیات۔ جواہیر کی خاک میں استراحت فرمائی ہے۔ ساڑھے چار روپے۔

الوسیله شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی مشہور کتاب۔ جس میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ قرآن میں قابضو الائک را الوسیله کہہ کر اللہ نے جس وسیلے کی طرف توجہ دلائی ہے وہ آخر کیا ہے؟ قیمت مجلد یو روپے۔

بلاغ لمبین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک بیش بہی کتاب کا اردو ترجمہ جو بدعت کے کرد، منت کے اثبات اور عقائد صحیح کی توضیح میں نہایت اعلیٰ ہے۔ کاغذ رفر۔ قیمت مجلد چار روپے۔

DURR.E.NAJAF

DARULFAIZ RAHMANI DEOBAND



آخر کی فولادی آنکھ سے خالج ہونے والی تیز بر ق روشی ہی اُڑن کی
امدادی راقوں میں بے گلکف سفر کے قابل بنائی ہے۔ اسی طرح اُپ کی
روشن اور جنت مندانہ نکیں ان اورات کے ہر حصہ اپنے پہنچانی کرنی ہیں۔

قدیمی اعلیٰ سار
کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ مرض
کو بڑے اکیرا کر صحت کی
بنداریں حضور کرتے تھے۔
ذہری بخفت بھی ایک قدریم
ہی شخے سے تیار کیا جاتا ہے جو
بینائی کے جوہر کو فطی اعتدال
پر فائم رکھنے میں اپنی نظر آپے
مرض اور صحت میں دونوں
حالتوں میں یکساں مفید۔
آخر عربیک شگاہ فائم رکھنے کیلئے بندار
لوگ ذہری بخفت استمال کرتے ہیں۔

داراللہیض حماقی۔ دیوبند۔ یوپی

